جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ
لاہور

بیاد

عالم ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

نگران

مولانا سید رشید میاں مدظلہ

مہتمم جامعہ مدنیہ، لاہور

نومبر سنہ ۱۹۹۷ء

رجب المرجب سنہ ۱۴۱۸ھ

نو باتیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے میرے ربّ نے ۹ نو باتوں کا حکم دیا ہے۔

۱۔ خلوت و جلوت میں اللہ سے ڈرتا رہوں۔

۲۔ ناراضگی اور رضا مندی دونوں حالتوں میں انصاف کی بات کہوں۔

۳۔ خوشحالی اور درماندگی دونوں حالتوں میں میانہ روی اختیار کروں۔

۴۔ جو مجھ سے قطع تعلقی اختیار کرے میں اس سے تعلق جوڑوں۔

۵۔ جو مجھے نہ دے میں اُسے دوں۔

۶۔ جو مجھ سے زیادتی کرے میں اُسے معاف کر دوں۔

۷۔ میری خاموشی فکر ہو۔

۸۔ میری گفتار ذکر ہو۔

۹۔ میری نظر عبرت ہو۔

مشکوٰۃ شریف ص ۴۵۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوارِ مدینہ

جلد : ٦ | رجب المرجب ۱۴۱۸ھ ـ نومبر ۱۹۹۷ء | شمارہ : ۲

مدیر

سیّد محمود میاں

مدرس و نائب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۰ روپے ------ سالانہ ۱۱۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات --- ؍؍ ۴۵ ریال

بھارت، بنگلہ دیش ------ ؍؍ ۱۰ امریکی ڈالر

امریکہ افریقہ -------- ؍؍ ۱۶ ڈالر

برطانیہ ---------- ؍؍ ۱۷ ڈالر

○ اس دائرہ میں سُرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ . . . . سے آپ کی مدتِ خریداری ختم ہو گئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ . . . . . ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کیلئے دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

کوڈ ۵۴۰۰۰ فون ۷۷۲۴۲۷۳-۲۰۱۰۸۶

فیکس نمبر ۹۲-۴۲-۷۷۲۶۷۰۲

○

سید رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت مولانا سیّد حامد میاںؒ	۵
مقاصدِ شریعت	حضرت مولانا قاری محمدؐ طیبؒ	۸
اُداس راہیں (نظم)	حضرت سیّد نفیس شاہ صاحب	۱۴
حیلے اور بہانے	حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری	۱۵
الخلیفۃ المہدی	شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ	۱۹
فضائل سورہ اخلاص	مولانا عبد الحفیظ صاحب	۲۷
مولانا محمد صدّیق باندویؒ	مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قاسمی	۳۲
تبلیغی مرکز (نظم)	حافظ نور محمدؐ انور	۴۰
عقیدۂ تقدیر	مولانا محمد حسین	۳۸
مشاجراتِ صحابہ	مولانا ڈاکٹر عبد الواحد صاحب	۴۱
حاصل مطالعہ	مولانا نعیم الدّین صاحب	۵۴
تقریظ و تنقید		۶۱
اخبار الجامعہ	محمدؐ عابد متعلم جامعہ مدنیہ	۶۴

رابطہ: دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہٗ، خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

انڈیا میں رابطے کے لیے

حضرت مولانا سیّد رشید الدّین صاحب حمیدی مدظلّہ العالی، مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد یو۔پی۔انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد۔

کہا جا رہا ہے کہ ہماری قومی ترقّی جدید دَور کے جدید تقاضوں میں منحصر ہے جب تک ان تقاضوں کو پُورا نہیں کیا جاتا تب تک زوال ہمارا مقدر بنا رہے گا، لہٰذا زوال کی کھائی سے نکلنے کا ایک زینہ جدید مادر پدر آزاد نظامِ تعلیم کو قرار دیا جاتا ہے جس کی بدولت اوجِ کمال تک رسائی ہوسکتی ہے اس اوج کمال کو پالینے کی کوشش میں ہر شخص اپنا سب کچھ لٹا رہا ہے۔ مال دولت سب اس کی نظر حتّٰی کہ عزیز ترین اولاد جیسی نعمت بھی اس کی بھینٹ چڑھادی گئی ہے۔ جدید تعلیم سے آراستہ مادر پدر آزاد نسل مذہب سے کتنی دُور ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے جو خواتین کی مشہور درسگاہ میں پیش آیا۔ لاہور کے اس ایجوکیشن کالج میں تعلیم حاصل کرنے والی لڑکیاں عملاً اُستاذ ہوتی ہیں یا استاذ بننے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ ان میں سے ایک طالبہ نے اپنے امتحانی ٹیسٹ کا حال دیگر طالبات سے بیان کیا اور بتایا کہ میں نے گناہ کبیرہ کی فہرست میں "زنا" بھی شمار کیا ہے، یہ سُن کر ایک طالبہ (استانی) نے اس کو کہا کہ "زنا" گناہ کبیرہ نہیں ہے بلکہ گناہ صغیرہ ہے۔ یہ تو فحاشی کو روکنے کے لیے مولوی اس کو گناہ کبیر قرار دے رہے ہیں" ذرا غور فرمایئے کہ جس تعلیم کو ترقّی کی اوج قرار دیا جا رہا ہے اس کی کوکھ سے فحاشی اور بے حیائی کے کس قدر سوتے پھوٹ رہے ہیں اور مذہب سے بیگانگی کس درجہ بڑھ گئی ہے۔ ذرا سوچیے تو سہی جس انسان کی دینی معلومات اتنی غلط ہوں گی تو اس کی عملی زندگی کے شب روز کس طرح گزرتے ہوں گے اور جب اس کی نظر میں زنا گناہ

صیغہ ہوگا تو دَوَاعیِ زنا یعنی نظر بازی بوس وکنار اجنبی سے میل ملاقات باہم اظہارِ محبّت، عشقیہ گفتگو، بے پردگی وغیرہ توکوئی معنی ہی نہ رکھتے ہوں گے بلکہ شاید مباحات کا درجہ دیا جاتا ہوگا۔ والعیاذ باللہ جدید تقاضوں کی تکمیل کا نعرہ درحقیقت ملحدین اور مستشرقین کی ایجاد ہے جس سے انکا مقصد کُفر والحاد کا پھیلانا ہے اور اس کا ایک طریقہ اُنھوں نے یہ اختیار کیا ہے کہ تعلیمی اداروں میں ایسا نظامِ تعلیم رائج کیا جائے کہ اس کے نتیجہ میں اگر مُسلمان کافر نہیں بھی بنتا تو کم از کم مذہب سے دُور تو ہو ہی جائے تاکہ کم از کم ایک عملی مُسلمان نہ رہے۔ نتیجتًا اسلام کمزور ہو اور کفر کے خلاف دُنیا بھر میں اُبھرنے والا جذبۂ جہاد اور جہادی تحریک دم توڑ دیں . . . . مگر خدا بھلا کرے علمائے حق کا جو محدود وسائل اور بے سروسامانی کے عالم میں بھی اسلامی تعلیمات سے لوگوں کو آگاہ کرکے دین کے احیاء کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ اگر صالحین کی یہ جماعت نہ ہوتی تو حقیقت یہ ہے کہ کُفر والحاد، فحاشی وعریانی کا سیلاب انسانی آزادی اور انسان کے بنیادی حقوق کے گمراہ کُن نعروں کی آڑ میں سب کچھ بہالے جاتا۔

اللہ تعالیٰ مُسلمانوں کو کُفر کی سازشوں کو سمجھنے اور ان سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مولای صل وسلم دائما ابدا　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

درسِ حدیث

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ کے زیرِ اہتمام ہر اتوار کو نمازِ مغرب کے بعد جامعہ مدنیہ میں "مجلسِ ذکر" منعقد ہوتی تھی۔ ذکر سے فارغ ہو کر حضرت رحمہ اللہ حدیث شریف کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ ذکر و بیان کی یہ مبارک اور رُوح پرور محفل کس قدر جاذب و پُرکشش ہوتی تھی الفاظ اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

محترم الحاج محمود احمد عارف رحؒ کی خواہش و فرمائش پر عزیز بھائی شاہد صاحب سلمہٗ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے بہت سے دروس ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ محفوظ کر لیے تھے اور پھر دروس والی تمام کیسٹیں اُنہوں نے مولانا سید محمود میاں صاحب کو عطا کر دیں۔

ہماری دُعا ہے کہ جن کی مہربانی، توجہ اور سعی سے یہ انمول علمی جواہر ریزے ہمارے ہاتھ لگے، حق تعالیٰ اُن سب کو بیش از بیش اَجر سے نوازے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ یہ قیمتی لؤلؤ لالہ "انوارِ مدینہ" کے ذریعہ حضرت رحمہ اللہ کے مریدین و احباب تک قسط وار پہنچاتے رہیں گے۔

واضح رہے کہ حضرت کے خلفِ اکبر اور جانشین حضرت مولانا سید رشید میاں صاحب کے زیرِ اہتمام ذکر و درس کا یہ سلسلہ بفضلہٖ تعالیٰ اَب بھی جاری ہے۔

ہنوز آں ابرِ رحمت در فشاں است　　خم و خمخانہ با مہر و نشان است

کیسٹ نمبر ۱۹ سائیڈ اے ۱۴ جنوری ۱۹۸۳ء

الحمد للّٰہ رب العلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

اما بعد! عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنِّیْ لَوَاقِفٌ فِیْ قَوْمٍ فَدَعَوُا اللّٰہَ لِعُمَرَ وَقَدْ وُضِعَ عَلٰی سَرِیْرِہٖ اِذَا رَجُلٌ مِّنْ خَلْفِیْ قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَہٗ عَلٰی مَنْکِبِیْ یَقُوْلُ یَرْحَمُکَ اللّٰہُ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ یَّجْعَلَکَ اللّٰہُ مَعَ صَاحِبَیْکَ لِاَنِّیْ کَثِیْرًا مَّا کُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ کُنْتُ وَاَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ وَفَعَلْتُ وَاَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ وَانْطَلَقْتُ وَاَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ وَدَخَلْتُ وَاَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ وَخَرَجْتُ وَاَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ فَالْتَفَتُّ فَاِذَا عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ [1]

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۹

دن) میں لوگوں کے درمیان کھڑا ہوا تھا۔ لوگ اُن کے لیے دُعاء خیر کر رہے تھے اور آپ کا جسم اقدس تخت پر رکھا ہُوا تھا، اچانک مجھے محسوس ہُوا کہ کسی شخص نے میرے مونڈھے پر اپنی کلائی رکھی ہے اور وہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے) کہہ رہا ہے آپ پر اللہ کی رحمت نازل ہو۔ بیشک میں پُوری اُمید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ (قبر میں یا جنت میں) آپ کو آپ کے دونوں دوستوں (یعنی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اور حضرت ابوبکرؓ) کے ساتھ رکھے گا۔ کیونکہ میں اکثر رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زبان سے یہی الفاظ سُنتا تھا کہ" میں فلاں جگہ تھا اور ابوبکر وعمر بھی میرے ساتھ تھے فلاں کام کیا میں نے اور ابوبکر و عمر نے بھی، فلاں مقام پہ گیا میں اور ابوبکر و عمر بھی داخل ہُوا میں فلاں جگہ اور میرے ساتھ ابوبکر و عمر بھی تھے، میں فلاں جگہ سے باہر آیا اور ابوبکر و عمر بھی میرے ساتھ تھے" میں نے پیچھے مُڑ کر دیکھا تو یہ الفاظ کہنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو لوگ جنازے کے ارد گرد جمع تھے، اُن کے لیے دُعائیہ کلمات استعمال کر رہے تھے۔ کوئی کچھ دُعا دے رہا تھا اور کوئی کچھ دُعا دے رہا تھا تو وہ فرماتے ہیں کہ اُن کو جب چارپائی پہ رکھ دیا گیا تو ایک شخص میرے پیچھے سے آئے، یا کھڑے تھے اُنھوں نے اپنی کہنی میرے مونڈھے پر رکھی اور فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ آپ پہ اپنی رحمتیں نازل فرمائے، یَرْحَمُكَ اللّٰهُ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ یَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَیْكَ مجھے یہ اُمید ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ آپ کے دونوں برگزیدہ ساتھیوں کے ساتھ کریں گے۔ محشور فرمائیں گے کیونکہ میں بہت سُنتا تھا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) فرماتے ہیں کہ میں تھا اور ابوبکر اور عُمر تھے۔ میں نے کیا اور ابوبکر اور عُمر نے کیا میں چلا اور ابوبکر اور عمر چلے، میں داخل ہُوا اور ابوبکر اور عُمر داخل ہُوئے، مَیں نکلا اور ابوبکر اور عُمر نکلے، جانے آنے میں چلنے پھرنے میں، اندر جانے میں باہر آنے میں تمام چیزوں میں، میں کثرت سے یہ سُنا کرتا تھا کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ابوبکر صدّیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے نام اپنے ساتھ ساتھ لیتے تھے، تو مجھے اُمیّد یہ ہے کہ قیامت کے دن آپ ان دونوں حضرات کے ساتھ ہوں گے۔ اُنھوں نے دُعائیہ جُملے بھی کہے یَرْحَمُكَ اللّٰهُ بھی کہا اور تعریفی کلمات بھی کہے، اَنْ یَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَیْكَ اُمیّد تو ہے اور کیوں ہے یہ اُمید اس وجہ سے ہے کہ میں یہ سُنتا رہا۔

اب مجمع جب ایسا ہو جہاں اس طرح کا ایک کہرام مچا ہوا ایک صدمہ کی کیفیت ہو لوگوں کو تو اُس میں آدمی اِدھر اُدھر نہیں دیکھتا ہر آدمی محو ہوتا ہے اُس غم اور صدمہ میں، وہ تو ایسا صدمہ تھا کہ صحابہ کرام کہتے ہیں کہ اُس وقت ہمیں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی صدمہ اس سے پہلے ہمیں پیش ہی نہیں آیا تھا، کیونکہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد صحابہ کو ایک عرصہ سے کوئی بڑا صدمہ پیش نہیں آیا تھا، اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات نبی علیہ السّلام کی وفات کے تھوڑے ہی عرصہ بعد ہوگئی یعنی ڈھائی سال بعد، پھر دس سال کا دَور تقریباً ایسا گزرا ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دَور تھا۔ اس میں کسی قسم کی کوئی تکلیف لوگوں کو نہیں تھی۔ راحتیں ہی بڑھتی چلی گئیں۔ اضافہ ہی ہوتا گیا ہر طرح کی خیر کا، ان کے لیے تو یہ صدمہ ایسا تھا کہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مَیں وہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا۔ مَیں نے دیکھا وہ رو رہی تھیں کہتے ہیں کہ حضرت حفصہؓ جو بیٹی تھیں ازواجِ مطہرات میں اُمہات المومنین میں وہ تشریف لائیں اُنھوں نے اجازت چاہی۔ لوگوں کو اُٹھا دیا گیا وہاں سے وہ بھی گئیں اور پھر واپس اندر چلی گئیں۔ تو یہ مرد آگئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جنازہ کے پاس وہ کہتے ہیں کہ ہم نے پردے کے پیچھے سے رونے کی آواز سُنی۔ خود صحابہ کرام کہتے ہیں کہ ہمیں یہ صدمہ اتنا بڑا لگا کہ جیسے اس سے پہلے صدمہ ہی نہیں پیش آیا تھا تو ایسی حالت میں تو آدمی اِدھر اُدھر نہیں دیکھتا مجمع ہے زیادہ مجمع ہے تو اُس میں یہ ہو جاتا ہے کہ کمزور آدمی دوسرے آدمی سے سہارا لے لیتا ہے۔ خیال بھی نہیں گزر سکتا کہ میرے پیچھے سے کسی نے سہارا لے رکھا ہے، لیکن یہ کلمات جب کہے دُعائیہ کلمات اس کے بعد اُمّید والے کلمات کہ اللہ تعالےٰ آپ کو اُن حضرات کے ساتھ کریں گے مجھے اُمّید یہ ہے۔ کیونکہ مَیں یہ سُنتا تھا یہ سُنتا تھا یہ سُنتا تھا، اُن کی زبانِ مُبارک سے یہ کلمات جب ادا ہُوئے تو کہتے ہیں کہ مَیں نے مُڑ کر دیکھا فَاِذَا عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، تو اہلِ سُنّت والجماعت کے نزدیک ان اکابر کے درجات بھی اُسی طرح ہیں جیسے یہ گزرے اور اِن اکابر کے آپس کے تعلقات بھی اُسی طرح کے ہیں کہ جیسے ہمارا عقیدہ ہے اور ان کتابوں سے اور روایتوں سے ثابت ہو رہا ہے اور معلوم ہو رہا ہے یہ روایت بخاری شریف میں ہے۔ مُسلم شریف میں بھی ہے۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ اِس پر لکھا ہُوا ہے کہ بُخاری شریف میں تو ہے ہی۔ مُسلم شریف میں بھی ہے تو اُسے مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ کہتے ہیں۔ اِن حضرات کے آپس کے تعلقات کا بھی اندازہ ہوتا ہے اور ثنائیہ تعریفی جملے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما

(بقیہ بر صـ۳۱)

(قسط: ۷ ، آخری)

مقاصدِ شریعت

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند
تبویب و تزئین : مولانا نعیم الدین صاحب فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ لاہور

جب تک تعلیمی نظام درست نہیں ہوگا کوئی بھی تعلق صحیح نہیں ہوگا

توجب تک آپ اپنا تعلیمی نظام درست نہیں کریں گے نہ تعلق مع اللہ صحیح ہوگا نہ تعلق مع الخلق صحیح ہوگا نہ تعلق مع النفس صحیح ہوگا۔ تینوں تعلقات کی اُستواری جبھی ہوگی جب قرآن و حدیث کی تعلیم آپ کے اندر عام ہو، قرآن سے مسائل بھی آپ حاصل کریں۔ دلائل بھی آپ حاصل کریں، فضائل بھی آپ حاصل کریں، حدیث کے مضامین لیں فقہ سے استفادہ کریں، سلف کا اتباع کریں دل بن جائے گا، ذہن بن جائیگا، اس واسطے تعلیم و تربیت انتہائی ضروری ہے اور اسی پر مبنی ہے ان تینوں تعلقات کا درست ہونا خواہ تعلق مع اللہ ہو یا تعلق مع الخلق ہو یا تعلق مع النفس ہو۔ یہ نفسِ دشمن قابو میں نہیں آسکتا جب تک کہ داؤ بھات سے واقف نہ ہوں آپ اس کی مکاریوں سے، اور وہ شریعت اسلام سکھلائے گی۔ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ فَقِیۡہٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیۡطَانِ مِنۡ اَلۡفِ عَابِدٍ ایک عالم دین کا سمجھ دار شیطان پہ بھاری ہے۔ ہزار عابدوں سے ہزار عابد عبادت کر رہے ہیں مگر دینی علم یا بصیرت نہیں تو ان پر بے ڈھانتی سوار ہو جائے گا شیطان اس لیے کہ اس کے داؤ بھات سے واقف نہیں ہے، لیکن ایک عالم کے سر پر سوار ہو گا۔ وہ ایک رستے سے آئے گا۔ وہ دس رستوں سے اس کی کاٹ کر دے گا۔ اس لیے کہ علم رکھتا ہے نفس ہی مغلوب ہو جائے

کسی عالم کا اور خود نفسی میں مُبتلا ہو وہ تو الگ بات ہے لیکن راستہ بند نہیں ہو گا۔ عابد نیک نیتی سے چلے گا شیطان کے راستوں پہ اس لیے کہ اس کے مکر و فریب سے واقف نہیں۔ عالم اگر چلے گا نفسیانیت سے چلے گا، مگر راز سے واقف ہے کاٹ کا راستہ جانتا ہے۔ اس لیے فرمایا گیا کہ فَقِیْہٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ ایک فقیہ ایک دین کا عالم ہزار عابدوں سے بھاری ہے شیطان پر اور وہ اسی لیے بھاری ہے کہ ایک عالم اپنے علم اور تعلیم سے دل و دماغ کو بنا دیتا ہے واقف کر دیتا ہے شیطان کے مکر سے اور اُس کے راستوں سے کہ یہ مداخل ہیں جن سے داخل ہوتا ہے شیطان اور یہ مخارج ہیں جن سے اُسے دھکیلا جاتا ہے کہ وہ قادر ہو جائیں اور عابد پر وہ بے ڈھانتی سوار ہوتا ہے اس لیے کہ وہ بے چارہ عبادت میں لگا ہُوا ہے مگر مکر و فریب کے راز سے اور اس کی کاٹ سے واقف نہیں تو نیک نیتی کے رستے اُسے تباہ کر دیتا ہے۔

بنی اسرائیل کے ایک عابد و زاہد کا واقعہ

احادیث میں ایک واقعہ آتا ہے۔ سِیَر کی کتابوں میں ہے۔ حدیث کی متداول کُتب میں تو نہیں ہے۔ سِیَر کا کہو تاریخ کا کہو کہ بنی اسرائیل میں عابد تھا زاہد تھا اور بہت بڑا عابد اور رہبان عالم تھا نہیں، مگر نہایت عبادت گزار رات دن مصروف اور اس کی جھاڑ پھونک میں بھی اثر تھا۔ ہزاروں آدمی اُس سے کوئی پانی پڑھوا کر کوئی تعویذ لکھوا کر لے جاتے اور لوگوں کو فائدہ ہوتا۔ دو حقیقی بھائی تھے کہ جن کو ایک تجارتی سفر پیش آیا اور بہن تھی اُن کی جوان انھوں نے کہا کہ اس جوان بہن کو کس کی نگرانی میں دیں رائے یہ ہوئی کہ اِس عابد اور رُہبان کی نگرانی میں دے جاؤ وہ دونوں بھائی حاضر ہُوئے، اور ادب سے عرض کیا کہ ہماری بہن جوان ہے اُسے آپ نگرانی میں لے لیں فرمایا یہ کام مجھ سے نہیں ہو گا کسی اور کے سپرد کرو میں خانقاہ کا بیٹھنے والا میں عورت کی نگرانی کیسے کروں گا۔ مجھ سے نہیں اُنھوں نے منّت کی، کہا یہ ممکن نہیں میں نہیں رکھوں گا وہ چار پانچ دن لگے رہے۔ منّت خوشامد کر کر غرض راضی کر لیا کہا اچھا میں اس طرح سے راضی ہوں کہ اس خانقاہ میں جو سب سے کنارے کا حُجرہ ہے اُس میں اپنی بہن کو چھوڑ جاؤ اور باہر ڈال دو تالی اندر سے وہ بند کر لے، میرا کام اتنا ہو گا کہ میں سیڑھیوں پہ کھانا رکھ آؤں گا وہ اُٹھا لے جایا کرے گی۔ برتن وہاں رکھ دے گی میں برتن

اُٹھالوں گا۔ اس سے زیادہ میرا کوئی واسطہ نہیں اُنھوں نے کہا بس اتنا کافی ہے بس نگرانی میں رہے آپ کی، چنانچہ یہ ہُوا وہ چھوڑ گئے اس حُجرے میں یہ عابد کھانا لے کر جاتا اور سیڑھیوں پر رکھ آتا وہ کھا پی کر برتن رکھ دیتی سیڑھیوں پر، یہ اُٹھالاتا یہ روز کا معمول ہوگیا۔ برس دو برس اس میں گزرے تو شیطان نے یہ وسوسہ ڈالا کہ یہ تو بڑی بے عزّتی کی بات ہے کہ وہ مہمان ہے تیری تو اچھوتوں کی طرح سے کھانا رکھ آیا اور برتن اُٹھالیے اور لے آیا یہ تو بالکل ایسا ہے جیسے اَچھوت اقوام میں سے ہو کہ اُس کے سائے سے بھی بچنا اس مہمان کے دل پہ کیا گزرے گی۔ یہ بُری بات ہے کم سے کم کھانا خود پکڑا دینا چاہیے اُسے، یہ نہیں کہ سیڑھیوں پر رکھ آیا وہ بے چاری لے گئی، نیک نیتی سے یہ خیال جما یا اب یہ کیا اُس نے کہ بجائے سیڑھی پر رکھنے کے دستک دی وہ عورت آئی اُس کے سُپرد کر دیتا وہ لے جاتی برتن لینے آتا وہ عورت برتن دے دیتی ایک آدھ سال اس میں گزرا۔ اس کے بعد شیطان نے پھر وسوسہ ڈالا یہ بھی کوئی احترام پُورا نہیں ہے۔ مہمان کی بات تو جب ہے کہ کم سے کم میزبان ساتھ تو کھاوے ساتھ نہ کھاوے تو کم سے کم اس وقت تک پاس تو بیٹھا رہے جب تک وہ کھانا کھائے تاکہ اُسے معلوم ہو کہ میری کچھ آؤ بھگت میری کچھ مدارات ہوتی۔ اب یہ خیال جما تو بجائے اس کے کھانا پکڑا دے کھانے کا دسترخوان بچھاتا اور وہ کھاتی رہتی اور اُس کے بعد یہ برتن لے کر آتا۔ اس کے بعد ایک دوسرا وسوسہ یہ پیدا ہُوا کہ میزبان کا حق تو یہ ہے کہ ساتھ کھائے بیٹھ کر یہ تو یہ معنی ہو گئے کہ گویا مہمان کوئی اچھوت ذات ہے کہ ——— اس کے پاس کا کھانا بھی ہاتھ نہ لگائے ——— یہ بڑی بے وفائی اور بڑی بے عزّتی کی بات ہے کم سے کم مل کر کھانا تو کھا لینا چاہیے عرب میں تو عام دستور ہے کہ اگر دسترخوان بچھ جائے تو پہلے میزبان ابتدا کرتا ہے مہمان ہاتھ نہیں ڈالتا جب تک میزبان نہ کھائے پہلا لُقمہ، احترام اسی کو کہتے ہیں۔ اب اس نے ساتھ مل کر کھانا شروع کیا۔ اَب ظاہر ہے کہ ساتھ مل کر کھانا کھانے میں وہ وقت خلوت بھی میسّر ہُوئی۔ وہ وقت بات چیت بھی میسّر ہُوئی اور جب کچھ عرصہ بڑھا تو تعلقات بڑھے روابط بڑھے نتیجہ یہ ہوا کہ وہ عابد مُبتلا ہوگیا اُس عورت کے ساتھ بدکاری میں، جب بدکاری میں مُبتلا ہُوا تو اَب سوچا کہ اگر بابر آ کر اُس نے کہہ دیا تو میری تو ساری بزرگی کِرکِری ہو جائے گی یہ جو لوگ عقیدت مند ہیں کہیں گے کہ یہ تو بڑا بدکار ہے تو اُس نے چھُری سے قتل کیا اُس عورت کو اور اپنی خانقاہ کے قریب دفن کیا اُس کے بعد چند دن کے بعد اس کے بھائی

پہنچے وہ آئے بہن کو لینے کہا بہن کہاں ہے؟ اُس کا تو انتقال ہوگیا اور دفن کر دیا مَیں نے بھائی بے چارے بہت روئے پریشان ہوئے مگر جہاں شیطان نے یہ وسوسے ڈال کر اسے مُبتلا کیا تھا۔ وہاں ان بھائیوں کے دلوں میں یہ ڈالا کہ اگر وہ مرتی تو دو چار دس پانچ آدمی اس کے لیے دُعا کرتے کوئی نماز پڑھتا کوئی چرچہ ہوتا فلاں کی بہن مری یہ کیسی موت ہے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں وہ مر بھی گئی دفن بھی ہوگئی خانقاہ کے جس آدمی سے پُوچھتے ہَیں اُسے کچھ پتہ نہیں اُن کے دل میں کھٹکا گزرا۔ اُنھوں نے کہا کہ قبر کھود کر دیکھنی چاہیے قبر جو کھودی تو کٹی ہُوئی لاش نکلی۔ اب ثابت ہُوا کہ اِس عابد نے مارا ہے۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ حکومت کو اطلاع دی گئی، اس عابد کے پَیروں میں رسی باندھ کر سارے شہر میں اُسے گھمایا اور اس کے بعد اُس کو قتل کیا گیا۔ انتہائی رسوائی اور ذِلّت ہوئی تو عابد زاہد تھا، مگر علم نہیں رکھتا تھا تو اُسی کے رستے سے شیطان نے ورغلایا نیک نیتی کے راستے سے، آج یہ نیک نیتی پیدا ہُوئی کہ ساتھ کھائے۔ آج یہ نیک نیتی ہُوئی کہ اُس کے پاس بیٹھے اور وہ بد نیتی نہیں تھی، مگر نتیجہ نکلا ابتلاء مُبتلا ہوگیا، لیکن اگر عالم ہے وہ جانتا ہے کہ خَلوَتِ اجنبیہ حرام ہے صُورت دیکھنا بھی نا محرم کی ناجائز ہے اُس کے حق میں ، اُسے نہیں آنا چاہیے پاس ـــــــ تو بہرصُورت اُس کا علم اُس کی رہنمائی کرتا نیک نیتی سے لاکھ خیال آتے وہ کہتا کہ نیک نیتی صحیح مگر قواعدِ شرعیہ کے خلاف ہے نُبوّت کی تعلیم کے خلاف ہے یقیناً خطا میں مُبتلا ہوں گا مَیں، بچ جاتا، لیکن اس بے چارے کو علم تھا نہیں نیک نیتی تھی عبادت کا جذبہ تھا، اُسی جذبۂ عبادت میں حسنِ نیت کے ساتھ کہاں سے کہاں پہنچ گیا تو تعلیم اور علم ہی ہے کہ جو انسان کے دِل و دماغ کو بناتا ہے یہ نہ ہوگا تو مذہب کی جو حدُود ہیں، اب اخلاق کے ہر خُلق کی ایک حد ہے ہر عمل کی ایک حد ہے۔ حدُود کا پتہ نہیں چل سکتا اُن کی وجوہات سامنے نہیں آسکتیں وہ ذوق نہیں پیدا ہو سکتا اس واسطے تعلّق مع اللہ ہو۔ یا تعلّق مع الخلق ہو یا تعلّق مع النفس ہو اِن تینوں کے لیے تعلیم اور تربیت ضروری ہے اور اُس کا نظام قائم کرنا ضروری ہے اور اُمّید یہ ہے کہ یہاں کے مسلمان کرلیں گے، ہم جب ارادہ کر رہے تھے یہاں آنے کا تو یہ تصوّر بھی نہیں تھا ہمارے ذہن میں کہ اِتنے مسلمان ہوں گے ہم سمجھتے تھے کہ سو دو سو میں کوئی ایک آدھ رُلا مِلا مل جائے گا۔

ماشاء اللہ یہاں بستیاں کی بستیاں ہَیں۔ ہزاروں کی تعداد میں اور مدارس بھی الحمدللہ قائم کر رکھے ہَیں اور سلسلہ جاری ہے اس سلسلہ کو بڑھایا جائے۔ تعلیم مکمّل کی جائے۔ آج یہ ابتدائی تعلیم ہے اِس کو

بڑھا کر اتنی کیجیے کہ قرآن و حدیث کی تعلیم شروع ہو جائے اور دِلوں کے اندر وہ نورانیت اور وہ ذوق پیدا ہو اور اس کے ساتھ آپ دُنیوی عصری تعلیم کچھ بھی پائیں اسلام حارج نہیں ہے اُس میں وہ تو اس وقت حارج ہوگا جس وقت کوئی چیز دین کے اندر حارج بننے لگے وہ رو کے گا، لیکن جب تک حارج نہیں آپ کوئی بھی فن حاصل کریں مگر بُنیاد اپنی قائم کرلیں، تو یہ تین مقصد مجھے عرض کرنے تھے۔ تعلّق مع اللہ تعلّق مع الخلق تعلّق مع النفس اور یہ آیت اس لیے اختیار کی کہ اس سے مستنبط ہوتے ہیں۔ تینوں مقاصد تو فرمایا گیا یَآ اَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمْ لے لوگو! عبادت کرو اپنے رَبّ کی معلوم ہُوا کہ رَبّ کے ساتھ تعلّق بغیر عبادت کے نہیں جُڑ سکتا اور عبادت جب تک کہ نسبتِ عبودیت نہ ہو کہ بندہ اپنے کو سمجھے عابد اور اپنے خالق کو سمجھے معبود اور عابد اور معبود کے درمیان کے راستے کے راز کو سمجھے اس وقت تک نسبتِ عبودیت قائم نہیں ہوگی تو اُعْبُدُوْا رَبَّکُمْ سے اور وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ سے تو نسبتِ عبودیت نکلتی ہے۔ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔

تقویٰ کسے کہتے ہیں

تقویٰ کہتے ہیں نفس کو بچا دینا اُس کی خواہشات سے اگر نفس کی خواہشات پر چل پڑے یہی فجور کہلاتا ہے اس سے بچ گیا تو تقویٰ، تقویٰ کہتے ہیں اِنْتِھَاءُ النَّفْسِ عَنْ مَرَاغِبِھَا نفس کو روک دینا اس کے مالوفات سے اس کے مرغوبات سے یہ ہے تقویٰ تو لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ سے تعلّق مع النفس کا پتہ چلا اور بیچ میں ہے وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ تم عبادت کرو اس رب کی جس نے تمہیں پیدا کیا تمہارے آباؤ اجداد کو تمہارے بھائی بندوں کو تو معلوم ہوا کہ رب کے ساتھ بندگی کرنے میں ہم سب کے سب شریک ہیں اور جب کسی ایک مرکز سے سب جُڑ جاتے ہیں تو اُن میں باہم بھی ربط قائم ہو جاتا ہے قدرتی چیز ہے تو جب اللہ سے تعلّق ہوگا تو جتنے اللہ کے بندے ہیں اُن کے ساتھ تعلّق اور ربط خود بخود قائم ہوگا اور شفقت کا تعلق قائم ہوگا تو اِتَّقُوْا رَبَّکُمْ سے تقویٰ نکلا اور وہ ہے بنیاد نفس کی اصلاح کی اور اُعْبُدُوْا رَبَّکُمْ سے نسبتِ عبودیت نکلی جو بُنیاد ہے بندے اور خدا کے درمیانی تعلّق کی اور وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ ساری مخلوق کو ملا کر ایک سے مربوط کرنے سے باہمی ربط نکلا تو مع الخلق کی طرف بھی اشارہ ہوگیا۔ اس لیے مَیں نے یہ آیت پڑھی تھی کہ یہ سارے مضامین صراحتاً الگ الگ آیتوں میں

بھی موجود ہیں لیکن ایک جگہ جڑے ہوئے ہوں بلاغت کے ساتھ کنایہ اور اشارہ سے ہوں وہ زیادہ بلیغ سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے وہ آیت میں نے تلاوت کی تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ آیت کی بقدر ضرورت کچھ تشریح ہوگئی اس لیے کہ کما حقہٗ اس کے علوم کو ادا کرنا یہ تو کسی بڑے عالم کا کام ہے ہم جیسے طالب علموں کا کام نہیں ہے جن کے اندر علم سے زیادہ جہل غالب ہو وہ کیا قرآن کی تشریح کریں گے، لیکن بِالْاِجْمَال اپنی بساط اور اپنی استطاعت کے مطابق جتنی تفسیر ہوسکتی تھی وہ ایک درجہ میں تفسیر بھی ہوگئی تو حق تو ادا نہیں ہوا قرآن کا، کون ادا کرسکتا ہے مگر اپنا حق تو ادا ہوگیا کہ جتنا ہمارا فرض تھا وہ ہم نے انجام دیا اور جتنا فرض تھا سامعین کا انھوں نے سُنا تو ہم نے بھی حق ادا کردیا آپ نے بھی حق ادا کردیا اور اس پر عمل نصیب ہوجائے تو ہمارے لیے سعادت ہے اور خوش قسمتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو سب کو علم اور عمل اور حال اور کمالِ اخلاق کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے سارے تعلقات حق تعالیٰ دُرست فرمائے اور شرعی اُصول کی ہمیں رہنمائی فرمائے اور علوم الٰہیہ سے ہمیں بیگانہ نہ رکھے آشنا بنائے۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَھَّابُ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ اَللّٰھُمَّ وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِیْنَ غَیْرَ خَزَایَا وَلَا مَفْتُوْنِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

"انوارِ مدینہ" میں
اشتہار
دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

اُداس راہیں

باسمہٖ تعالیٰ

حَرَم سے طَیبہ کو آنے والے ! تجھے نگاہیں تَرَس رہی ہَیں
جِدھر جِدھر سے گزُر کے آئے ، اُداس راہیں تَرَس رہی ہَیں

قدُومِ عالی جہاں بھی ٹھیرے ، وُہ منزلیں یاد کر رہی ہَیں
جَبینِ اقدس جہاں جُھکی ہَے ، وُہ سجدہ گاہیں تَرَس رہی ہَیں

جو نُور افشاں تھیں لحظہ لحظہ ، حضورِ انور کے دَم قدم سے
وُہ جلوہ گاہیں تڑپ رہی ہیں ، وُہ بارگاہیں تَرَس رہی ہیں

صَبائے بَطحا غموں سے پُر ہَے ، فضائے اقصا بھی دُکھ بھری ہے
اب ایک مُدّت سے حال یہ ہے ، اَثر کو آہیں تَرَس رہی ہیں

خیال فرما کہ چشمِ عالَم تِری ہی جانب لگی ہوئی ہے
نگاہ فرما ، کہ ساری اُمّت کی میٹھی چاہیں تَرَس رہی ہَیں

نفِیس کیسا یہ وقت آیا ، سلُوک و احساں کے سِلسلوں پر
جہاں مشائخ کی رَونقیں تھیں ، وہ خانقاہیں تَرَس رہی ہَیں

طریق الہجرۃ　　ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ　　نفیس الحسینی

حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری

حیلے اور بہانے

عورت کا چہرہ کھلا رہے تو نماز ہو جاتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ نامحرم کے سامنے کھولنا جائز ہے

(۶۵) بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ پردہ کا حکم تو اسلام میں ہے، لیکن چہرہ کا پردہ نہیں ہے، ان نادانوں کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اگر چہرہ کا پردہ نہیں ہے تو مردوں اور عورتوں کو نظریں نیچی رکھنے کا کیوں حکم ہے؟ (جو سورۃ النور میں واضح طور پر موجود ہے۔) چہرہ ہی میں تو کشش ہے اور وہی مجمع المحاسن ہے، سورۂ احزاب کی آیت "یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ" سے چہرہ ڈھانکنے کا واضح حکم معلوم ہو رہا ہے اور بعض لوگوں کو نماز کے مسئلہ سے دھوکہ ہُوا ہے۔ عورت کا ستر نماز کے لیے یہ ہے کہ پُورا جسم ایسے کپڑے سے ڈھانکا ہوا رہے کہ بال اور کھال اچھی طرح چھپ جائے۔ نماز میں اگر چہرہ کھلا رہے تو نماز ہو جائے گی اور اگر گٹوں تک ہاتھ اور ٹخنوں تک پاؤں نماز میں کھلے رہیں تو یہ بھی مانعِ صلوٰۃ نہیں ہے۔ فقہ کتابوں میں یہ مسئلہ شرائطِ نماز کے بیان میں لکھا ہے، پردہ کے بیان میں نہیں لکھا، مُنہ کھول کر نماز ہو جانے کے جواز سے غیر محرم کے سامنے بے پردہ ہو کر آنے کا ثبوت دینا بڑی بددیانتی ہے۔

پردہ کے متعلق فقہاء کی ایک اہم تصریح

فقہاء پر اللہ کی ہزاروں رحمتیں ہوں، ان پاک طینت بزرگوں کے دل پہلے ہی کھٹک گئے تھے کہ فاسد الخیال لوگ مسائل نماز کی تصریحات سے نامحرموں کے سامنے بے پردہ ہو کر استدلال کریں گے۔ درمختار میں جہاں شرائط نماز کے بیان میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ چہرہ اور کفین ہتھیلیاں اور قدمین (پاؤں) ڈھانکنا

صحتِ نماز کے لیے ضروری نہیں، وہیں یہ درج ہے "وتمنع المرأۃ الشابۃ من کشف الوجہ بین رجال لالانہ عورۃ بل لخوف الفتنۃ الخ۔ (درمختار برہامش شامی باب شروط الصلوٰۃ)
ترجمہ: اور جوان عورت کو نامحرم مردوں کے سامنے چہرہ کھولنے سے روکا جائے گا اور یہ (روکنا) اس وجہ سے نہیں کہ چہرہ (نماز) کے ستر میں داخل ہے، بلکہ اس لیے کہ (نامحرم کے سامنے چہرہ کھولنے میں) فتنہ کا خوف ہے۔

شیخ ابن ہمامؒ زاد الفقیر میں شرائط نماز بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وفی الفتاوی الصحیح ان المعتبر فی فساد الصلوٰۃ انکشاف مافوق الاذنین وفی حرمۃ النظر یسوی بینھما ای مافوق الاذنین وتحتھما۔

(ترجمہ) فتاویٰ کی کتابوں میں ہے کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ کانوں سے اُوپر (یعنی بال وسر) کے کھل جانے سے نماز فاسد ہوگی اور غیر مردوں کے لیے کانوں کے اُوپر کا حصّہ اور کانوں کے نیچے کا حصّہ یعنی چہرہ وغیرہ کے دیکھنے کا ایک ہی حکم ہے۔ یعنی دونوں حصّوں کا دیکھنا حرام ہے۔

پردہ کے احکام کو مولویوں کی طرف منسوب کرنا

بہت سے لوگ نماز بھی پڑھتے ہیں اور اپنے کو دیندار بھی سمجھتے ہیں اور پردہ کو بھی مانتے ہیں لیکن ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ پردہ کے سخت احکام مولویوں نے ایجاد کیے ہیں یہ لوگ ملحدین، بددین لوگوں کی باتوں سے متأثّر ہیں، جن لوگوں کے دلوں میں تھوڑا بہت اسلام سے تعلّق باقی ہے اُن کو راہِ حق سے ہٹانے کے لیے شیطان نے یہ نئی چال چلی ہے کہ ہر ایسے حکم کو جس کے ماننے سے نفس گریز کرتا ہو، مولویوں کا تراشیدہ بتا دیتا ہے اور اس بات کو باور کرنے والے اس دھوکہ میں پڑے رہتے ہیں کہ ہم نے نہ تو اسلام کو جھٹلایا اور نہ قرآن کے ماننے سے پہلوتہی کی، بلکہ مولویوں کے غلط مسئلہ کا انکار کیا ہے، کاش یہ لوگ اپنے مومنانہ ذمّہ داری کا احساس کرتے اور عُلماء حق سے گھل مِل کر ان کے ظاہر و باطن کا جائزہ لیتے اور ان کے بیان کردہ مسائل کے دلائل معلوم کرکے اپنے نفوس کو مطمئن کرتے، عُلماء حق اپنی طرف سے کوئی بھی حکم تجویز کرکے اُمّت کے سر نہیں منڈھتے اور نہ وہ ایسا کرنے کا حق رکھتے ہیں، بات صرف اتنی سی ہے کہ چونکہ عُلماء کرام کو قرآن وحدیث کی تشریحات اور احکام شرعیہ کی پُوری پُوری تفصیلات معلوم ہیں، نیز

دین کی وسعتیں و رخصتیں بھی جانتے ہیں اور شرعی پابندیوں اور عزیمتوں سے بھی واقف ہیں۔ اس لیے تحریرًا و تقریرًا احکامِ شرعیہ کے حدود و قیود و ضوابط و شرائط سے اُمّت کو آگاہ فرماتے رہتے ہیں۔ اسکولوں اور کالجوں کے پڑھے ہوئے لوگ چونکہ شریعت کا پورا علم نہیں رکھتے، اس لیے حقائقِ شرعیہ اور بالکل متفق علیہ مسائل دینیہ کو مولوی کی ایجاد کہہ کر ٹال دیتے ہیں اور عجیب تماشہ ہے کہ جس مسئلہ پر عمل نہ کرنا ہو خاص اسی سے نپٹنے کے لیے ایجادِ مولوی کا بہانہ پیش کر دیتے ہیں، حالانکہ نماز، روزہ وغیرہ کے جن مسائل پر عمل کرتے ہیں۔ وہ بھی تو مولویوں نے ہی بتلائے ہیں، لیکن چونکہ اُن سے گریز کی نیت نہیں ہے۔ اس لیے ان کو صحیح مانتے ہیں۔ میدانِ قیامت میں جب پیشی ہوگی تو کیا ایسی بے ردی اور حیلہ سازی جان بچا سکے گی؟

ڈاڑھی مونڈنے والوں کے حیلے اور بہانے اور لچر دلیلیں

بہت سے لوگ تو ایسے ہیں جو ڈاڑھی مونڈنے اور منڈانے کو گناہ سمجھتے ہیں اور اپنے آپ کو اس بارے میں گنہ گار مانتے ہیں، لیکن کثیر تعداد ان لوگوں کی بھی ہے جو حیلے بہانے تلاش کر کے اس فعلِ بد کو جائز قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے عذرِ لنگ اور لچر دلیلیں جو اَب تک سُننے میں آئی ہیں وہ یہ ہیں۔

اس بات کی تردید کہ آنحضرتؐ نے عرب کے ماحول کے مطابق ڈاڑھی رکھ لی تھی

کہتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم جس علاقہ اور جس ماحول میں تھے اس میں ڈاڑھیاں رکھی جاتی تھیں۔ آپؐ نے رواج کے مطابق ڈاڑھی رکھ لی تھی۔ لہٰذا یہ کوئی فعل شرعی نہیں ایک رواجی کام تھا جسے آپ نے اپنا لیا اور بعض جاہل تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اِس زمانے میں ہوتے تو اپنی ڈاڑھی مُبارک منڈایا کرتے (العیاذ باللہ) ان جاہلوں کو معلوم نہیں کہ دینِ ابراہیمی میں سے جو چیزیں عرب میں باقی تھیں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے انھیں کو اختیار فرمایا۔ جہالت اور جاہلیّت کی جو چیزیں عربوں نے اپنے رواج میں جاری کر لی تھیں۔ ان سے آپؐ نے روکا اور ان کو مٹایا، اور فرمایا کہ جاہلیت کی ہر چیز میرے قدموں کے نیچے ہے[1]۔ یہی نہیں کہ آپ نے خود ڈاڑھی رکھی، بلکہ ڈاڑھی رکھنے کا اپنی اُمّت

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۲۵ فی خطبہ حجۃ الوداع۔

کو حکم بھی فرمایا، بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اَنْہِکُوا الشَّوَارِبَ وَاَعْفُوا اللُّحٰی[1] (یعنی مونچھوں کو اچھی طرح کاٹو اور ڈاڑھیوں کو اچھی طرح بڑھاؤ) مسلم شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَاَرْخُوا اللُّحٰی[2] (یعنی مونچھوں کو تراشو، اور ڈاڑھیوں کو لٹکاؤ۔)

بالفرض حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اہلِ مکّہ کے رواج کے مطابق ڈاڑھی رکھ لی تھی تو رہتی دنیا تک اپنی اُمّت کو ڈاڑھیاں خُوب بڑھانے کا بلکہ لٹکانے کا کیوں حکم دیا؟ اگر ایسا ہی تھا جیسا جاہل لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے رواج کی وجہ سے ڈاڑھی رکھ لی تھی تو آپ نے اپنی اُمّت کو یہ ہدایت کیوں نہ فرمائی کہ تم جہاں جس ملک اور جس ماحول میں ہو ویسا ہی کر لینا۔ ڈاڑھی مونڈنے کا رواج ہو تو مونڈ لینا اور اس کے رکھنے کا رواج ہو تو رکھ لینا۔ العیاذ باللہ۔

نفس کی خواہشوں کا اتّباع کرنے والوں کو شیطان کیسی کیسی پٹی پڑھاتا ہے؟ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عرب میں رواج پائے ہوئے ان طریقوں کو باطل قرار دیا جو جہالت اور جاہلیّت کی وجہ سے رواج پکڑے ہوئے تھے۔ عربوں میں گودوانے کا رواج تھا۔ عورتیں بالوں میں بال ملایا کرتی تھیں، مرد ڈاڑھیوں میں گرہ لگاتے تھے۔ کام کاج کے وقت ننگے ہو جایا کرتے تھے۔ مرد عورت ننگے ہو کر طواف کرتے تھے۔ پیشاب، پائخانہ کے وقت پردہ کرنے کو عیب سمجھتے تھے۔ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ جب کسی عورت کا شوہر مر جاتا تھا تو اس سے ایک سال تک ایک کوٹھڑی میں عدت گزرواتے تھے اور ایک سال گزر جانے پر اسے بازاروں میں گھماتے تھے، اور وہ گزرتے ہوئے لوگوں پر اُونٹ کی مینگنیاں پھینکتی جاتی تھی[3] اس طرح کی اور بہت سی خرافات میں عرب کے لوگ مبتلا تھے، حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان چیزوں کو مٹایا، اگر آپ رواج سے متأثّر ہو کر کوئی عمل اختیار کرتے تو ان چیزوں کو اختیار فرما لیتے اور اِن جاہلوں کے خیال کے مطابق کم از کم ڈاڑھی میں تو گرہ لگا ہی لیتے، لیکن اس کے برخلاف آپ نے ایک صحابی سے یُوں ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کو خبر دے دینا کہ جو شخص اپنی ڈاڑھی میں گرہ لگاتے۔ بلاشُبہ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم اس سے بری ہیں یعنی بیزار ہیں[4]

---

[1] بخاری جلد دوم ص ۸۷۵ — [2] مسلم جلد اوّل ص ۱۲۹

[3] سنن ابو داؤد ص ۳۱۴ — [4] سنن ابو داؤد

(قسط: ۵، اخری)

الخلیفۃ المہدی فی الاحادیث الصحیحۃ

۔ تالیفِ لطیف ۔

المحدث النبیل و المجاہد الجلیل شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

تقدیم، تعلیق، تحشیہ

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قاسمی استاذ دارالعلوم دیوبند

اَلذَّیْلُ وَالْاِسْتِدْرَاکُ

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَانَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ(۱) رواه اللامام الْبُخَارِیُّ فِیْ صَحِیْحِه فِیْ کِتَابِ الْاَنْبِیَاءِ، بَابُ نُزُوْلِ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ. (ج ۱، ص ۴۹۰)

(۲) وَعَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ یُقَاتِلُوْنَ عَلَی الْحَقِّ ظَاهِرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ

۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تم لوگوں کا (اس وقت خوشی سے) کیا حال ہوگا۔ جب تم میں عیسٰی ابن مریم علیہ السّلام (آسمان سے) اُتریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹۰)

۲: حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری اُمّت میں سے ایک جماعت قیامِ حق کے لیے کامیاب جنگ قیامت تک کرتی رہے گی (حضرت جابر رضؓ کہتے ہیں ان (مبارک کلمات کے) بعد آپؐ نے فرمایا آخر میں عیسٰی ابن مریم علیہ السّلام (آسمان سے) اُتریں گے تو مسلمانوں کا امیر ان سے عرض کرے گا تشریف لائیے ہمیں نماز پڑھائیے (اس کے جواب میں) عیسٰی علیہ السّلام فرمائیں گے (اس وقت) امامت نہیں کروں گا۔ تمہارا بعض بعض پر امیر ہے (یعنی حضرت عیسٰی علیہ السّلام اس وقت امامت سے انکار فرمادیں گے) اس فضیلت و بزرگی کی بناء پر جو اللہ تعالیٰ نے اس اُمّت کو عطا کی ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۸۷)

(۱) "امامکم منکم" معناه یصلی (أی عیسی علیه السلام) معکم بالجماعة والامام من هذه الامة (عمدة القاری ج۱۶ ص۴۰) وقال ملا علی القاری والحاصل ان امامکم واحد منکم دون عیسی علیه السلام (مرقاة شرح المشکوة ج۵ ص ۲۲۲) وقال الحافظ ابن حجر قال ابو الحسین الخسعمی الأبری فی مناقب الشافعی تواترت الاخبار بان المهدی من هذه الامة وان عیسی علیه السلام یصلی خلفه (فتح الباری ج۶ ص ۴۹۳).

قَالَ وَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُوْلُ اَمِيْرُهُمْ تَعَالِ صَلِّ لَنَا فَيَقُوْلُ لَا ، اِنَّ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ اُمَرَاءُ تَكْرِمَةَ اللّٰهِ هٰذِه الْاُمَّةَ (اَخْرَجَهُ الْاِمَامُ مُسْلِمٌ فِىْ صَحِيْحِه ج ۱ ص ۸۷)

(۳) وَ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ اَبِىْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِالْكَرِيْمِ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ عَقِيْلٍ عَنْ أَبِيْه عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُوْلُ اَمِيْرُهُمُ الْمَهْدِىُّ تَعَالِ صَلِّ لَنَا، اَلْحَدِيْثُ ذَكَرَهُ الشَّيْخُ ابْنُ الْقَيِّمِ فِى الْمَنَارِ الْمُنِيْفِ(۱۴۷) وَعَزَاهُ لِلْحَافِظِ ابْنِ اَبِىْ اُسَامَةَ فِىْ مُسْنَدِه وَقَالَ وَ هٰذَا اِسْنَادٌ جَيِّدٌ.

اَقُوْلُ اَلْحَارِثُ بْنُ اَبِىْ اُسَامَةَ هُوَالْاِمَامُ الْحَافِظُ اَبُوْ مُحَمَّدِنِ الْحَارِثُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَبِىْ اُسَامَةَ التَّمِيْمِىُّ الْبَغْدَادِىُّ صَاحِبُ الْمُسْنَدِ (اَلْمُتَوَفّٰى ۲۸۲ھ)(۱) وَ اَمَّا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِالْكَرِيْمِ فَهُوَ اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِالْكَرِيْمِ بْنِ مَعْقِلِ بْنِ مُنَبِّهٍ اَبُوْ هِشَامِ الصَّنْعَانِىُّ صَدُوْقٌ اَخْرَجَ لَه اَبُوْ دَاودَ فِىْ سُنَنِه وَ ابْنُ مَاجَةَ فِىْ تَفْسِيْرِه(۲) وَ اَمَّا اِبْرَاهِيْمُ فَهُوَابْنُ عَقِيْلِ بْنِ مَعْقِلِ الصَّنْعَانِىُّ صَدُوْقٌ اَخْرَجَ لَه اَبُوْدَاودَ(۳) وَ اَمَّا عَقِيْلُ

تشریح : مطلب یہ ہے کہ عیسٰی علیہ السّلام نزول کے وقت جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں گے اور امام خود عیسٰی علیہ السّلام نہیں ہوں گے، بلکہ اُمّت کا ایک فرد یعنی خلیفہ مہدی ہوں گے چنانچہ حافظ ابن حجر بحوالہ مناقب الشافعی از امام ابوالحسین آبری لکھتے ہیں کہ اس بارے میں احادیث متواتر ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام ایک نماز خلیفہ مہدی کی اقتداء میں ادا کریں گے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۳۹۳)

۳ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ عیسٰی ابن مریم علیہ السّلام (آسمان سے) اُتریں گے تو اُمّت کا امیر مہدی ان سے عرض کرے گا آگے تشریف لائیے اور نماز پڑھائیے تو عیسی علیہ السّلام فرمائیں گے تمہارا بعض بعض پر امیر ہے۔ اس فضیلت کی بنار پر جو اللہ تعالٰی نے اس اُمّت کو مرحمت فرمائی ہے۔ (المنار المنیف ۱۴۷ بحوالہ مسند ابی اسامہ)

(۱) الرسالة المستطرفة ص ۵۶.

(۲) تقريب التهذيب ص ۸.

(۳) ايضا ص ۹۲.

فَهُوَ ابْنُ مَعْقِلِ بْنِ مُنَبِّهِ الْيَمَانِيُّ ابْنُ اَخِ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ صَدُوْقٌ اَخْرَجَ لَه اَبُوْدَاود(۱) وَ اَمَّا وَهْبٌ فَهُوَ ابْنُ مُنَبِّه بْنِ كَامِلِ الْيَمَانِيُّ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ الْاَبْنَاوِيُّ (بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَ سُكُوْنِ الْمُوَحَّدَةِ بَعْدَه نُوْنٌ) ثِقَةٌ اَخْرَجَ لَه اَصْحَابُ السِّتَّةِ سِوَى ابْنِ مَاجَةَ وَهُوَ اَخْرَجَ لَه اَيْضًا فِيْ تَفْسِيْرِه(۲) فَالْحَاصِلُ اِسْنَادُ هٰذَا الْحَدِيْثِ جَيِّدٌ كَمَا قَالَ الشَّيْخُ ابْنُ قَيِّمٍ وَقَدْ صَرَّحَ فِيْهِ وَصْفَ الْاَمِيْرِ الْمَذْكُوْرِ بِاَنَّه الْمَهْدِيُّ فَيَكُوْنُ هٰذَا الْحَدِيْثُ مُفَسِّرًا لِلْمُرَادِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ الَّذِيْ اَوْرَدَهُ الْبُخَارِيُّ وَ مُسْلِمٌ فَتَنَبَّه.

(٤) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِيْ خِفَّةٍ مِّنَ الدِّيْنِ وَ ذَكَرَ الدَّجَّالَ ثُمَّ قَالَ ثُمَّ يَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيُنَادِيْ مِنَ السَّحَرِ فَيَقُوْلُ يَا اَيُّهَاالنَّاسُ مَايَمْنَعُكُمْ اَنْ تَخْرُجُوْا اِلٰى هٰذَا الْكَذَّابِ الْخَبِيْثِ فَيَقُوْلُوْنَ هٰذَا رَجُلٌ جِنِّيٌّ فَيَنْطَلِقُوْنَ فَاِذَاهُمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَتُقَامُ الصَّلٰوةُ فَيُقَالُ لَه تَقَدَّمْ يَارُوْحَ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ لِيَتَقَدَّمْ اِمَامُكُمْ فَلْيُصَلِّ بِكُمْ فَاِذَا صَلُّوْا صَلٰوةَ الصُّبْحِ خَرَجُوْا اِلَيْهِ قَالَ فَحِيْنَ يَرَاهُ الْكَذَّابُ يَنْمَاثُ كَمَايَنْمَاثُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ

تشریح: اس حدیث میں امام کے بارے میں تصریح آگئی کہ وہ خلیفہ مہدی ہوں گے۔ لہٰذا بخاری شریف و مسلم شریف کی مذکورہ حدیث میں بھی امام اور امیر سے مراد خلیفہ مہدی ہی ہیں۔

۴: حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین کے کمزور ہو جانے کی حالت میں دجال نکلے گا اور دجال سے متعلق تفصیلات بیان کرنے کے بعد فرمایا بعد ازاں عیسٰی ابن مریم علیہ السلام (آسمان سے) اُتریں گے اور بوقتِ سحر (یعنی صبح صادق سے پہلے) آواز دیں گے کہ اے مسلمانوں تمہیں اس جھوٹے خبیث سے مقابلہ کرنے میں کیا چیز مانع ہے؟ تو لوگ کہیں گے کہ یہ کوئی جنات ہے۔ پھر آگے بڑھ کر دیکھیں گے تو انہیں عیسٰی علیہ السلام نظر آئیں گے۔ پھر نماز فجر کے لیے اقامت ہو گی تو ان کا امیر کہے گا اے روح اللہ امامت کے واسطے آگے تشریف لائیے حضرت عیسٰی علیہ السلام فرمائیں گے۔ تمہارا امام ہی تمہیں نماز پڑھائے۔ جب لوگ نماز سے فارغ ہو جائیں گے تو (حضرت عیسٰی علیہ السلام کی قیادت میں) دجال سے مقابلہ کے لیے نکلیں گے۔ دجال جب حضرت عیسٰی علیہ السلام کو دیکھے گا تو (مارے خوف کے) نمک کے پگھلنے کی طرح پگھلنے لگے گا۔

(۱) ایضا ص ۳۹۶.
(۲) ایضا ص ۵۸۵.

(رواہُ الحاکمُ فی المُستدرکِ وقالَ ھٰذا حدیثٌ صحیحُ الاسنادِ ولَمْ یُخرجاہُ . وقالَ الشَّیخُ الذَّھبیُّ فِیْ تلْخیصِہ ھُوَ علیٰ شرْطِ مُسْلمٍ)(۱) لِیَتقدَّمْ اِمامُکُمْ فَلْیُصَلِّ بِکُمْ والْاِمامُ حِیْنَئِذٍ ھُوالْمَھدِیُّ کَماجاءَ التَّصْریْحُ فِی الْحَدیْثِ رقم ٤٠ .

(٥) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ تَنْعَمُ اُمَّتِیْ فِیْ زَمَنِ الْمَھْدِیِّ نِعْمَۃً لَّمْ یَنْعَمُوْا قَطُّ وَیُرْسِلُ السَّمَاءُ عَلَیْھِمْ مِدْرَارًا وَلَاتَدَعُ الْاَرْضُ شَیْئًا مِنْ نَّبَاتِھَا اِلَّا اَخْرَجَتْہُ اَوْرَدَہ الْھَیْثَمِیُّ فِیْ مَجْمَعِ الزَّوَائِد وَقَالَ اَخْرَجَہُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ وَرِجَالُہ ثِقَاتٌ(۲) .

(٦) عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ الْبَاھِلِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَرْفُوْعًا فَقَالَتْ اُمُّ شَرِیْکٍ بِنْتُ اَبِی الْعَکْرِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَیْنَ الْعَرَبُ یَوْمَئِذٍ؟ قَالَ ھُمْ یَوْمَئِذٍ قَلِیْلٌ وَجُلُّھُمْ

۵ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہدی کے زمانے میں میری اُمّت اس قدر خوشحال ہوگی کہ ایسی خوشحالی اسے کبھی نہ ملی ہوگی۔ آسمان سے (حسب ضرورت) بارش ہوگی اور زمین اپنی تمام پیداوار اگا دے گی۔ (مجمع الزوائد ج ۷، ص ۳۱۷)

۶ : حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں جس میں ہے کہ ایک صحابیہ ام شریک بنتِ ابی العکر رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرب اس وقت کہاں ہوں گے۔ (مطلب یہ ہے کہ اہلِ عرب دین کی حمایت میں مقابلے کے لیے کیوں سامنے نہیں آئیں گے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عرب اس وقت کم ہوں گے اور ان میں بھی اکثر بیت المقدس (یعنی شام) میں ہوں گے اور ان کا امام و امیر ایک رجلِ صالح (مہدی) ہوگا۔ جس وقت ان کا امام نمازِ فجر کے لیے آگے بڑھے گا۔ اچانک عیسٰی ابنِ مریم علیہ السلام اسی وقت (آسمان سے) اُتریں گے۔ امام پیچھے ہٹے گا تاکہ عیسٰی علیہ السلام نماز پڑھائیں۔ عیسٰی علیہ السلام امام کے مونڈھوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے آگے بڑھو اور نماز پڑھاؤ کیونکہ تمہارے ہی لیے اقامت کہی گئی ہے تو امام لوگوں کو نماز پڑھائے گا۔ (سنن ابنِ ماجہ ۳۰۷، ۳۰۸)

(۱) المستدرک ج٤ ص ٥٣٠.

(۲) مجمع الزوائد ج۷ص ٣١٧.

بِبَيْتِ الْمَقْدِسِ وَ اِمَامُهُمْ رَجُلٌ صَالِحٌ قَدْتَقَدَّمَ يُصَلِّيْ بِهِمُ الصُّبْحَ اِذْنَزَلَ عَلَيْهِمُ ابْنُ مَرْيَمَ الصُّبْحَ فَرَجَعَ ذٰلِكَ الْاِمَامُ يَنْكُصُ يَمْشِى الْقَهْقَرٰى لِيَتَقَدَّمَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فَيَضَعُ عِيْسٰى يَدَه بَيْنَ كَتِفَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ لَه تَقَدَّمْ فَصَلِّ فَاِنَّهَالَكَ اُقِيْمَتْ فَيُصَلِّيْ بِهِمْ اِمَا مُهُمْ اَلْحَدِيْثُ.

رَوَاهُ الْحَافِظُ ابْنُ مَاجَةَ الْقَزْوِيْنِيُّ وَ ذَكَرَهُ الْمُحَدِّثُ الْكَشْمِيْرِيُّ فِيْ كِتَابِه التَّصْرِيْحِ ص ١٤٢ وَ عَزَاهُ اِلَى ابْنِ مَاجَةَ(١) وَ قَالَ اِسْنَادُه قَوِيٌّ وَاَمَّا فِى الْحَدِيْثِ وَ اِمَامُهُمْ رَجُلٌ صَالِحٌ. فَالْمُرَادُ بِهِ الْمَهْدِيُّ كَمَاجَاءَ التَّصْرِيْحُ بِه فِى الْحَدِيْثِ الَّذِيْ مَرَّسَابِقًا تَحْتَ رَقْمِ(١١).

(٧) وَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِى الْعَاصِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا وَيَنْزِلُ عِيْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فَيَقُوْلُ لَه اَمِيْرُهُمْ يَارُوْحَ اللّٰهِ تَقَدَّمْ صَلِّ فَيَقُوْلُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ اُمَرَاءُ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ فَيَتَقَدَّمُ اَمِيْرُهُمْ فَيُصَلِّيْ، اَلْحَدِيْثُ.

رَوَاهُ الْحَاكِمُ فِى الْمُسْتَدْرَكِ وَصَحَّحَه وَاَوْرَدَهُ الشَّيْخُ الْهَيْثَمِىُّ فِىْ مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ عَنْ اَحْمَدَ وَ الطَّبْرَانِىِّ ثُمَّ قَالَ وَفِيْهِ عَلِىُّ بْنُ زَيْدٍ وَفِيْهِ ضُعْفٌ وَقَدْوُثِّقَ وَ بَقِيَّةُ رِجَالِهِمَا رِجَالُ الصَّحِيْحِ (٢)

(٨) وَعَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِىْ طَالِبٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَكُوْنُ فِىْ آخِرِالزَّمَانِ فِتْنَةٌ يَحْصُلُ النَّاسُ فِيْنَا كَمَا يَحْصُلُ الذَّهَبُ فِى الْمَعْدِنِ فَلَا تَسُبُّوْا

۷: حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ مرفوعًا روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عیسٰی علیہ السّلام نمازِ فجر کے وقت (آسمان سے) اُتریں گے تو مسلمانوں کا امام ان سے عرض کرے گا۔ اے رُوح اللہ آگے تشریف لایئے، نماز پڑھایئے، تو عیسٰی علیہ السّلام فرمائیں گے۔ اس اُمّت کا بعض بعض پر امیر ہے تو مسلمانوں کا امیر آگے بڑھے گا اور نماز پڑھائے گا۔

(المستدرک ج ۴ ص ۴۷۸ و مجمع الزوائد ج ۷، ص ۳۴۲)

تشریح: عیسٰی علیہ السّلام اس دن کی نمازِ فجر اس وقت کے امام کی اقتداء میں ادا کریں گے۔ اس کے بعد پھر حضرت عیسٰی علیہ السّلام بھی امامت کے فرائض انجام دیں گے جیساکہ دیگر حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے۔

(١) سنن ابن ماجه في حديث طويل ص٣٠٧، ٣٠٨.

(٢) المستدرك ج٤ ص ٤٧٨ ومجمع الزوائد ج٧ ص ٣٤٢.

اَهْلَ الشَّامِ وَلٰكِنْ سُبُّوْا شِرَارَهُمْ فَاِنَّ فِيْهِمُ الْاَبْدَالَ يُوْشِكُ اَنْ يُّرْسَلَ عَلٰى اَهْلِ الشَّامِ سَيبٌ مِّنَ السَّمَاءِ فَيُغْرِقُ جَمَاعَتَهُمْ حَتّٰى لَوْ قَاتَلَتْهُمُ الثَّعَالِبُ غَلَبَتْهُمْ فَعِنْدَ ذٰلِكَ يَخْرُجُ خَارِجٌ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِىْ فِىْ ثَلٰثِ رَايَاتٍ اَلْمُكَثِّرُ يَقُوْلُ هُمْ خَمْسَةَ عَشَرَ اَلْفًا وَالْمُقَلِّلُ يَقُوْلُ اِثْنَا عَشَرَ، اَمَارَاتُهُمْ اُمَّتْ اُمَّتْ يَلْقَوْنَ سَبْعَ رَايَاتٍ تَحْتَ كُلِّ رَايَةٍ رَجُلٌ يَطْلُبُ الْمُلْكَ فَيَقْتُلُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا وَيَرُدُّ اللّٰهُ اِلَى الْمُسْلِمِيْنَ اُلْفَتَهُمْ وَنَعِيْمَهُمْ وَقَاصِيَهُمْ وَ دَانِيَهُمْ.

قَالَ الشَّيْخُ الْهَيْثَمِىُّ اَخْرَجَهُ الطَّبْرَانِىُّ فِى الْاَوْسَطِ وَفِيْهِ ابْنُ لَهِيْعَةَ وَ هُوَلَيِّنٌ وَبَقِيَّةُ رِجَالِه ثِقَاتٌ وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ فِى الْمُسْتَدْرَكِ وَقَالَ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ وَ اَقَرَّهُ الذَّهَبِىُّ وَفِيْهِ رِوَايَةٌ ثُمَّ يَظْهَرُ الْهَاشِمِىُّ فَيَرُدُّ اللّٰهُ النَّاسَ اُلْفَتَهُمْ وَلَيْسَ فِىْ هٰذَا الطَّرِيْقِ ابْنُ لَهِيْعَةَ وَهُوَ اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ كَمَا ذُكِرَ(۱).

۸ : "حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا آخر زمانہ میں فتنے برپا ہوں گے۔ ان فتنوں سے لوگ اس طرح چھنٹ جائیں گے جس طرح سونا کان سے چھانٹا جاتا ہے۔ (یعنی فتنوں کی کثرت و شدّت کی وجہ سے پختہ مومن ہی ایمان پر ثابت رہیں گے۔) لہٰذا تم لوگ اہلِ شام کو بُرا بھلا مت کہو بلکہ اُن میں جو بُرے لوگ ہیں اُن کو بُرا بھلا کہو اس لیے کہ اہلِ شام میں اولیاء بھی ہیں۔ عنقریب اہلِ شام پر آسمان سے سیلاب آئے گا (یعنی آسمان سے موسلا دھار بارش ہوگی جو سیلاب کی شکل اختیار کرلے گی) جو ان کی جماعت کو غرق کر دے گا۔ (اس سیلاب کی بناء پر ان کی حالت اس قدر کمزور ہو جائے گی کہ) اگر اُن پر لومڑی حملہ کر دے تو وہ بھی غالب ہو جائے گی۔ اسی (انتہائی فتنہ وضعف کے زمانہ میں) میرے اہلِ بیت سے ایک شخص (یعنی مہدی) تین جھنڈوں میں ظاہر ہوگا (یعنی ان کا لشکر تین جھنڈوں پر مشتمل ہوگا) اس کے لشکر کو زیادہ تعداد میں بتانے والے کہیں گے کہ ان کی تعداد پندرہ ہزار ہے اور کم بتانے والے اُسے بارہ ہزار بتائیں گے۔ اس لشکر کا علامتی کلمہ امت امت ہوگا۔ (یعنی جنگ کے وقت اس لشکر کے سپاہی لفظ امت امت کہیں گے تاکہ ان کے ساتھی سمجھ جائیں کہ یہ ہمارا آدمی ہے، عام طور پر جنگوں کے موقع پر اس طرح کے الفاظ باہم طے کر لیے جاتے تھے۔ بطورِ خاص شب خون کے

(۱) مجمع الزوائد ج۷ ص ۳۱۷ والمستدرک ج٤ ص۵۵۳.

(۹)　وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَذْکُرُ الْمَهْدِیَّ فَقَالَ هُوَ حَقٌّ وَهُوَ مِنْ بَنِیْ فَاطِمَةَ.

رَوَاهُ الْحَاکِمُ فِی الْمُسْتَدْرَكِ مِنْ طَرِیْقِ عَلِیِّ بْنِ نُفَیْلٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ وَ سَکَتَ وَاَیْضًا عَنْهُ الْاِمَامُ الذَّهَبِیُّ(۱) وَ اَوْرَدَهُ النَّوَابُ صِدِّیْق حَسَنْ خَانْ الْقَنُّوْجِیُّ فِی الْاِذَاعَةِ وَقَالَ صَحِیْحٌ(۲)

قَدْتَمَّ التَّعْلِیْقُ وَالتَّحْقِیْقُ وَالْاِسْتِدْرَاكُ بِعَوْنِ اللّٰهِ عَزَّاسْمُه عَلٰی یَدِالْعَاجِزِ حَبِیْبِ الرَّحْمٰنِ الْقَاسِمِیِّ فِیْ ۱۲، رَبِیْعِ الثَّانِیْ ۱٤۱٤ه وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ اَوَّلاً وَاٰخِرًا وَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ.

موقعوں پر اس اصطلاح کا استعمال اہم سمجھا جاتا تھا تاکہ لاعلمی میں اپنے آدمی کے ہاتھوں اپنا ہی آدمی نہ مار دیا جائے۔ ویسے امت امت کا معنی یہ ہے کہ اے اللہ دشمنوں کو موت دے یا اے مسلمانو! دشمنوں کو مارو) مسلمانوں کا یہ لشکر سات جھنڈوں پر مشتمل لشکر سے مدِ مقابل ہوگا جس میں ہر جھنڈے کے تحت لڑنے والا سر براہ ملک وسلطنت کا طالب ہوگا۔ (یعنی یہ لوگ ملک وسلطنت حاصل کرنے کی غرض سے مسلمانوں سے جنگ کریں گے) اللہ تعالیٰ ان سب کو (مسلمانوں کے لشکر کے ہاتھوں) ہلاک کر دے گا (نیز) اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی جانب ان کی باہمی یگانگت والفت، نعمت و آسودگی لوٹا دے گا اور ان کے قریب و دور کو جمع کر دے گا۔

(مجمع الزوائد ج ۷ ص ۳۱۷　المستدرک ج ۴ ص ۵۵۳)

۹ : ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مہدی کا ذکر کرتے ہوئے سُنا آپ نے فرمایا مہدی حق ہے۔ (یعنی ان کا ظہور برحق اور ثابت ہے) اور وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوگا۔　(المستدرک ج ۴ ص ۵۵۷)

(۱) المستدرك ج٤ ص ٥٥٧.
(۲) الاذاعة لما كان ويكون بين يدى الساعة ص ٦٠ مطبوعة الصديقى بريس ١٢٩٤ه.

مولانا عبد الحفیظ صاحب
فاضل جامعہ مدنیہ لاہور

(قسط:۲)

فضائل سورۂ اخلاص

ہر بُرائی سے بچنے کیلیے بہترین دم

حدیث نمبر۶

عَنْ عثمانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللہ عَنْہُ قَالَ عَاذَنِی رَسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فَقَالَ بِسْمِ اللہ الرّحمٰنِ الرّحِیْم اعیذكَ بالاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوًا اَحَدٌ مِنْ شَرِّ مَا تَجِدُ - رَدَّ دھا سبع مراتٍ فلما اراد ان یقوم قال تَعَوَّذْ بھا یا عثمانُ فما تعوذتم بخیر منھا۔ رواہ الحاکم[1]

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مجھے یہ دُعا، پڑھ کر اللہ کی پناہ میں دیا " بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اُعِیْذُكَ بِالْاَحَدِ الصَّمَدِ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ مِّنْ شَرِّ مَا تَجِدُ" آپ نے یہ دُعا سات مرتبہ پڑھی، حضرت عثمان رضؓ فرماتے ہیں کہ جب ہیں نے اُٹھنے کا ارادہ کیا تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اے عثمان: ان کلمات کے ذریعہ دُعا مانگ کر اور اپنے اُوپر دم کر کرکے) اللہ کی پناہ حاصل کیا کرو۔ ان کلمات سے بڑھ کر تمہارے لیے پناہ حاصل کرنے کے اور کوئی کلمات نہیں

---

[1] اخرجه الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول ص ۱۳۱ وابن السنی فی عمل الیوم واللیلة ۵۵۴ کنز العمال حدیث نمبر ۲۸۵۱۷

نمازوں کے بعد پڑھنے کی فضیلت

حدیث نمبر ۷

عن جابر بن عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وَسَلّم ثلاثٌ مَنْ جَاءَ بِهِنَّ مَعَ الْاِیْمَانِ دَخَلَ مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَ وزُوِّجَ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ حَیْثُ شَاءَ ۔ مَنْ عَفَا عَنْ قَاتِلِهٖ ، وَاَدّٰی دَیْنًا خَفِیًّا وَقَرَأَ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلَاةٍ مَکْتُوْبَةٍ عَشْرَ مَرَّاتٍ قُلْ هُوَاللّٰہُ اَحَدٌ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ ۔ رضی اللّٰہ عنہ اَوْ اِحْدَاهُنَّ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَوْاِحْدَاهُنَّ

رواہ ابویعلیٰ[1]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا" تین کام ایسے ہیں کہ اگر کوئی ایمان کی حالت میں انہیں کرے گا تو جنّت کے جس دروازے سے چاہے گا داخل ہو جائیگا اور حورعین سے جہاں چاہے گا شادی کر دی جائے گی۔ (۱) جس نے اپنے قاتل کو معاف کر دیا (۲) چھوٹا موٹا قرض بھی ادا کر دیا۔ (۳) جس نے ہر فرض نماز کے بعد دس مرتبہ قل ھو اللہ احد کو پڑھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا یارسول اللہ یا ان میں سے ایک بھی عمل کر لیا تو آپ نے فرمایا یا ایک عمل بھی کر لیا۔

حدیث نمبر ۸

عن ابی عبّاسٍ رضی اللّٰہ عنهما قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم مَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَاللّٰہُ اَحَدٌ دُبُرَ کُلِّ صَلَاةٍ مَکْتُوْبَةٍ عَشْرَ مَرَّاتٍ اَوْجَبَ اللّٰہُ رِضْوَانَهٗ وَمَغْفِرَتَهٗ "[2]

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جو شخص ہر فرض نماز کے بعد دس مرتبہ قُلْ ھُوَ اللہ احد پڑھے تو اللہ تعالیٰ اپنی رضا اور مغفرت اس پر واجب کر دیتے ہیں۔

---

[1] مسند ابی یعلی حدیث نمبر ۱۷۹۴۔ مجمع الزوائد ۱۰/۱۰۲ ۔ درمنثور ۔ ۶/۴۱۱ [2] جمع الجوامع للسیوطی ۱/۸۲۲

رواہ ابن النجار فی تاریخہ وھو عند الطبرانی فی معجمہ الکبیر من غیر ذکر عشر عن ام سلمۃ رضی اللہ عنہا [1]

ابن نجار نے اپنی تاریخ میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں اس روایت کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے لفظ عَشَر (دس) کے بغیر روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۹

عن تمیم الداری رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللہ علیہ وسلّم "مَنْ قَالَ بَعْدَ صَلَاۃِ الصُّبْحِ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ اِلٰھًا وَّاحِدًا صَمَدًا لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا وَلَمْ یَکُنْ لَہٗ کُفُوًا اَحَدٌ عَشْرَ مَرَّاتٍ کَتَبَ اللّٰہُ لَہ اَربعینَ اَلْفَ حَسَنَۃٍ" [2]

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جو شخص صبح کی نماز کے بعد دس مرتبہ یہ پڑھے گا "اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ اِلٰھًا وَّاحِدًا صَمَدًا لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ" تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے چالیس ہزار نیکیاں لکھ دیں گے۔

حدیث نمبر ۱۰

عَنْ مَعَاذِ بْنِ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلّی اللہ عَلَیْہِ وسلّم "مَنْ قَرَأَ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ عَشْرَ مَرَّاتٍ بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ" فقال عمر رضی اللہ عنہ اِذًا اَسْتَکْثِرُ قَالَ اللّٰہُ اَکْثَرُ

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جو کوئی قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ دس بار پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنّت میں گھر بنائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو میں بکثرت سے پڑھوں گا تو آپ نے فرمایا تو اللہ تعالیٰ

---

[1] معجم کبیر طبرانی ۲۳/ ۳۰۷۔ مجمع الزوائد ۱۰/ ۲۸۳

[2] مسند فردوس دیلمی حدیث نمبر ۵۴۷۵۔ عمل الیوم واللیلۃ للسنی ۱۳۳

وَاَطْیَبَ [1]

اس سے بھی زیادہ اور بہتر عطاء فرمائیں گے۔

اہلِ قبور کے لیے پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنے کی فضیلت

حدیث نمبر ۱۱

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ علیہ وسلّم مَنْ مَرَّ عَلَی الْمَقَابِرِ وَ قَرَأَ قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ ثُمَّ وَھَبَ اَجْرَہٗ لِلْاَمْوَاتِ اُعْطِیَ مِنَ الْاَجْرِ بِعَدَدِ الْاَمْوَاتِ [2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جو شخص قبرستان پر سے گزرے اور قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ پڑھ کر تمام قبرستان والوں کو بخش دے تو اسے مردوں کی تعداد کے برابر اجر و ثواب دیا جائے گا۔

فجر کی نماز کے بعد پڑھنے کی فضیلت

حدیث نمبر ۱۲

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ علیہ وسلّم مَنْ قَرَأَ قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ اِثْنَتَیْ عَشَرَ مَرَّۃً بَعْدَ صَلَاۃِ الْفَجْرِ فَکَاَنَّمَا قَرَأَ الْقُرْاٰنَ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ وَکَانَ مِنْ اَفْضَلِ اَھْلِ الْاَرْضِ یَوْمَئِذٍ اِذَا اتَّقٰی ۔ [3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جس کسی نے فجر کی نماز کے بعد بارہ مرتبہ قُلْ ھُوَ اللہُ احد پڑھی تو گویا اُس نے پورا قرآن چار مرتبہ پڑھا اور اگر اُس نے گناہوں سے پرہیز کیا تو وہ اس دن روئے زمین کے افضل ترین لوگوں میں شمار ہوگا۔

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل ۵/۴۳۷ - مجمع الزوائد ۷/۱۴۵ [2] جمع الجوامع للسیوطی ۱/۸۳۷

[3] معجم صغیر طبرانی ۱/۶۲ - شعب الایمان للبیہقی ۲۲۹۸

حدیث نمبر ۱۳

عَنْ خَالِدِ بْنِ زَيْدِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وَسَلَّمَ "مَنْ صَلّٰى بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً يَقْرَأُ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ بَنَى اللّٰهُ لَهٗ قَصْرَيْنِ فِي الْجَنَّةِ لَاَفْصَلَ بَيْنَهُمَا وَلَا وَصَمَ" [1]

حضرت خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے مغرب اور عشاء کے درمیان ۲۰ رکعات اس طرح سے پڑھیں کہ ہر رکعت میں الحمد للہ اور قل ھو اللہ احد کو پڑھا تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے جنّت میں بے عیب اور بے جوڑ کے دو محل بنائیں گے۔

بقیہ: درسِ حدیث

کے متعلّق فرمائے ہیں وہ اُن لوگوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ بن سکتے ہیں جو حق کی پیروی کریں اور اِن حضرات کی دُشمنی اپنے دلوں سے نکالنی چاہیں۔

تاریخ خمیس کے حوالے سے آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں یہ اعلان فرمایا کہ اگر کوئی آدمی یہ کہے گا کہ میں ابوبکر سے افضل ہوں تو میں اُس کے کوڑے لگادوں گا جَلَدْتُّهٗ حَدَّ الْمُفْتَرِىْ اور فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے مرضِ وفات میں ان کو امام بنایا تھا تو میں بھی تو وہاں موجود تھا اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم جانتے تھے کہ میں وہاں ہوں مجھے تو نہیں بنایا امام آپ نے، کئی دن رہے امام اور آپ نے اپنی جگہ نماز کے لیے اُنہی کو منتخب کیا تو جس شخص کو آپ نے ہمارے دین کے لیے امام بنانا پسند فرمایا بعد میں ہم نے اُس شخص کو اپنے دُنیا کے معاملات کے لیے امام بنانا پسند کر لیا یہ اُن کے خُطبات ہیں جو بُخاری شریف کے شروع میں دوسری جگہوں میں باحوالہ ملتے ہیں کہ ان حضرات کے تعلقات اور اِن کی افضلیت اور اِن میں افضلیت میں یہ ترتیب بالکل حق ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت میں ان حضرات کا ساتھ نصیب فرمائے۔ (آمین)

---

[1] جمع الجوامع ۱/۷۹۶

شخصیات

مولانا قاری صدیق احمد باندوی رح

مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی، دیوبند

افسوس کہ ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۸ اگست ۱۹۹۷ء یوم پنج شنبہ کو شریعت وطریقت فضل وکمال، جہد وعمل، زہد وقناعت، مجاہدہ واستقامت اور اخلاص وللّٰہیت کی ایک ایسی مسند خالی ہوگئی جو غالباً عرصۂ دراز تک خالی ہی رہے گی " اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ "

اس سے ہماری مُراد "حضرت مولانا قاری صدّیق احمد صاحب باندوی" رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً کا سانحہ ارتحال ہے۔ یہ حادثہ محض حضرت مولانا کے اہلِ خاندان یا مسلمانانِ باندہ ہی کے لیے نہیں ہے، بلکہ سارا اسلامی ہند اس سے متأثر اور اپنی کم نصیبی پر نوحہ کناں ہے۔

مختصر حالات زندگی

آپ کی پیدائش غالباً ۱۳۴۵ھ ہتورا ضلع باندہ اُتر پردیش میں ہوئی، حفظ قرآن آپ نے جدِّ امجد قاری سیّد عبدالرحمٰن کے پاس کیا جو رأس المحدّثین مولانا قاری عبدالرّحمٰن پانی پتیؒ کے تلمیذ تھے۔ جدّ امجد کی وفات کے بعد باقی ماندہ پاروں کی تکمیل اپنے ماموں سیّد مولوی امین الدّین سے کی اور اُنھیں سے فارسی کی ابتدائی کتابیں بھی پڑھیں۔ اس کے بعد کان پور آگئے اور یہاں مولانا مفتی سعید احمد لکھنوی، مفتی صدر الدّین، مولانا کمال الدّین مولانا سیّد سہراب علی اساتذۂ کانپور سے فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں پھر یہاں سے پانی پت آگئے اور یہیں حضرت مولانا قاری عبدالحلیم صاحب پانی پتی نبیرہ حضرت قاری عبدالرحمٰن قُدِّسَ سِرُّہُمَا سے قراءتِ سبعہ کی تکمیل کی اور اسی کے ساتھ دیگر اساتذہ سے شرح جامی بحث فعل تک عربی درسیات کی کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں ۱۳۵۹ھ میں دارالعلوم دیوبند کے بعد دینی علوم کے دوسرے بڑے مرکز مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور مسلسل تین سال یہاں رہ کر ۱۳۶۳ھ میں دورۂ حدیث کی تکمیل کر کے

سندِ فراغت حاصل کی۔

سہارن پور کے آپ کے اساتذہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمدؒ زکریا کاندھلوی، حضرت مولانا عبداللطیف صاحب سہارن پوریؒ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری، حضرت مولانا اسعداللہ صاحب، حضرت مولانا منظور احمد خان صاحب وغیرہ اس وقت کے اکابر اساتذہ حدیث کے علاوہ حضرت مولانا قاری مفتی سعید احمد صاحب، حضرت مولانا عبدالشکور صاحب حضرت مولانا امیر احمد صاحب حضرت مولانا ظہور الحق صاحب حضرت مولانا جمیل احمد تھانوی صاحب، حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی ـــــ بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں۔

مظاہر علوم میں دورانِ تعلیم حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ اور حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب خلیفہ حضرت تھانوی قدس سرہما سے خصوصی عقیدت اور نیاز مندانہ تعلّق رہا پھر آخر الذکر بزرگ سے بیعتِ ارادت کا تعلّق بھی قائم ہوگیا اور انہیں کی زیرِ تربیت سلوک و طریقت کی منزلیں طے کیں اور اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کے پیرو مُرشد حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب کو آپ کی ذات پر اس حد تک اعتماد تھا کہ ایک موقع پر فرمایا "اگر کل قیامت میں اللہ تعالیٰ نے پُوچھا کہ کیا لائے ہو تو صدیق احمد کو پیش کر دوں گا"۔

تعلیم و تحصیل سے فراغت کے بعد اپنے اکابر و بزرگوں کے طریق پر درس و تدریس کا مشغلہ اختیار فرمایا اور تقریباً تین سال تک گونڈہ وغیرہ کے مدارس میں درس و افادہ کے بعد اپنے وطن ہتورا ضلع باندہ میں ایک مدرسہ کی بُنیاد رکھی اور اسی کے ساتھ اس زمانہ میں علاقے میں پھیلے ہُوئے فتنۂ ارتداد کے مقابلہ میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔

مدرسہ ہتورا ضلع باندہ کی تاسیس اور تعمیر و ترقّی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان سے دینی علوم و مآثر کی ترویج و اشاعت کی جو عظیم خدمت لی وہ اپنی افادیت، پائداری اور دور رس اثرات کے لحاظ سے ایسی گراں قدر خدمت ہے کہ اگر حضرت موصوف کی زندگی میں صرف یہی ایک کارنامہ انجام پاتا تو ان کی سعادت و فضیلت کے لیے کافی تھا۔

دینی علوم و ثقافت کے لحاظ سے ایک ایسی سنگلاخ اور بنجر سرزمین جو نہ جانے کب سے جہالت و ضلالت اور بدعات و خرافات کی بادِ سموم سے جھلس رہی تھی۔ حضرت قاری صاحبؒ کی ہمّت عمل نے

اپنی جدّوجہد اور عملی سرگرمیوں کے لیے اسے منتخب کیا۔ اور اپنے عزم کی پختگی، اخلاق کی شبنم، اخلاص کی طراوٹ اور بے پناہ قربانیوں سے ایسا بہار پرور دوش گلستان بنا دیا کہ راہ حق کے تھکے ماندے قافلے اس کے سائے میں آسودگی اور راحت کی سانس لینے لگے

اس گلستان علم و دین کی چمن بندی و آبیاری میں حضرت قاری صاحبؒ موصوف کو کن کن حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ مشکلات اور دشواریوں کی کیسی کیسی کٹھن منزلوں سے گزرنا پڑا۔ اور جان و مال کی کس قدر قربانیاں دینی پڑیں۔ یہ ایک طویل داستان ہے جس کے بیان کا نہ یہ موقع ہے اور نہ ان سطور کا یہ موضوع ہی ہے۔ حضرت قاری صاحبؒ کا کوئی سوانح نگار ہی انھیں تفصیل سے بیان کرے گا، بس اتنا سمجھ لیجیے کہ حضرت موصوف کی کتابِ زندگی کا یہ ایسا سبق آموز باب ہے جو اربابِ عزم و ہمت کے لیے سرمۂ بصیرت ہے۔

اوصاف و خصائل

جن حضرات نے حضرت موصوف کو قریب سے دیکھا ہے اور دین و ملّت کے لیے شب و روز آپ کے جہد و عمل اور تگ و دو کا مشاہدہ کیا ہے وہ یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ان کی زندگی سراپا کرامت تھی پھر علم و فضل کے بلند مقام پر فائز ہونے اور عظیم دینی و اصلاحی خدمات کے باوجود شخصیت ایسی کہ علم کے غرہ یا تقدس و تقوٰی کے ناز کی پرچھائیاں بھی دور دور تک نظر نہیں آتی تھیں، تواضع، سادگی، بے تکلّفی اور فنائیت کا یہ عالم تھا کہ اپنے آپ کو دنیا بھر کا خدمت گزار سمجھے ہوئے تھے۔ چھوٹوں اور عام شناساؤں کے ساتھ اس طرح گھلے ملے رہتے تھے کہ کوئی پہچان بھی نہیں سکتا تھا کہ یہی وہ حضرت مولانا قاری صدّیق احمد صاحبؒ ہیں جن کی عظمت و عقیدت کا غلغلہ ہر چہار سو پھیلا ہوا ہے۔

حضرت قاری صاحبؒ کا طریق تعلیم و ارشاد اور تبلیغ و دعوت بالکل سادہ تھا خود سادہ تھے۔ سراپا اخلاص تھے، سراپا درد تھے، دین کے سچے غم خوار اور خلقِ خدا کے بے بدل خدمت گار۔ اس لیے ان کا ہر کام بے تکلّف سادہ اور اخلاص سے معمور ہوتا تھا۔ ان کے افادات اور فیوض و برکات کسی مقام و مجلس کے پابند نہیں تھے بلکہ اُنکی حالت یہ تھی کہ

"میں جہاں بیٹھ لوں وہیں میخانہ بنے"

خاتم الانبیاء سرورِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ماثور دعاؤں میں ایک دعا ان الفاظ میں منقول ہے۔

وَاَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الَّذِیْ اِسْتَقَرَّ بِهٖ عَرْشُكَ اَنْ تَرْزُقَنِی الْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ وَتَخْلِطَهٗ بِلَحْمِیْ وَ
دَمِیْ وَسَمْعِیْ وَ بَصَرِیْ وَ تَسْتَعْمِلَ بِهٖ جَسَدِیْ۔

بارِ الٰہا میں آپکے اس نام کے واسطے جس سے آپ کا عرش قرار پذیر ہے سوال کرتا ہوں کہ آپ مجھے قرآن عظیم عطا فرمائیں اور میرے گوشت، میرے خون، میری سماعت وبصارت میں اسے رچادیں اور میرے جسم کو قرآن ہی میں استعمال فرمائیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ نے اپنے لیے کبھی یہ دُعا مانگی ہوگی جو اُن کے حق میں قبول ہوگئی تھی۔ ان کی زبان تو تقریباً ہر وقت قرآن کریم کی تلاوت یا اس کے علوم و معارف کے بیان و تفہیم میں تروتازہ رہتی ہی تھی اسی کے ساتھ ان کے قلب و دماغ فکر و خیال اور جہد و عمل کا محور بھی قرآن عظیم ہی تھا پُوری زندگی اسی فکر میں سرگرداں رہے کہ کتابِ الٰہی کی تعلیم و ترویج کے لیے مفید سے مفید تر اور بہتر سے بہتر طریقہ اختیار کیا جائے۔ اس سلسلے میں اُنھوں نے قران کریم کی تعلیم کے لیے درجنوں مکاتب قائم کیے اور سینکڑوں مدارس کی سرپرستی کی۔ جن میں قرآن کی بہتر سے بہتر تعلیم کی کوشش فرماتے رہے۔

حضرت قاری صاحب اپنی عام زندگی میں بالکل درویشانہ شان و مزاج کے حامل تھے بڑے بڑے اُمراء اور حکام ان سے عقیدت وارادت اور نیازمندی کے تعلقات رکھتے تھے، لیکن آخرِ دم تک ان کی اس آن میں کوئی فرق نہیں آیا۔ انھیں جب بھی دیکھا اسی درویشانہ رنگ میں دیکھا۔ ان کی جدّ وجہد اور محنت و مشقّت بھی قابلِ رشک تھی۔ اس بڑھاپے کی عمر میں جبکہ کثرتِ کار سے قُوٰی بڑی حد تک متأثر ہو چکے تھے جس پر اَمراض کی یلغار مستزاد تھی۔ پھر بھی ان کی مشغولیتیں بدستور جاری تھیں اور جوانوں سے زیادہ پھرتی اور مستعدی سے اپنے کام انجام دیتے تھے۔ راحت و آرام کا خیال کیے بغیر بس، ٹرک، موٹر سائیکل جو سواری بھی وقت پر میسّر آگئی اسی پر سوار ہوکر منزل کی جانب چل پڑتے تھے۔

خدمتِ خلق کا یہ عالم تھا کہ انکا دروازہ بلاتفریق مذہب و مِلّت سب کے لیے ہمہ وقت کھلا رہتا تھا۔ اور ضرورت مند سے اس طرح خندہ پیشانی اور تپاک سے ملتے تھے کہ گویا پہلے سے اس کے انتظار میں بیٹھے ہوں ان کے اخلاق کی اسی شیرینی نے ان کو اس درجہ ہر دل عزیز بنا دیا تھا کہ جس طرف سے گذر جاتے کٹّر سے کٹّر مذہبی غیر مسلم بھی سرِ عقیدت اُنکے آگے جھکا دیتا۔ غیر مسلم حلقے میں وہ ہتوا والے بابا کے نام سے جانے پہچانے جاتے تھے۔

تصنیفی یادگار

حضرت قاری صاحب جہد وعمل، تگ و دو اور رواں دواں زندگی کے حامل تھے۔ ایک جگہ جم کر بیٹھنا

غالباً ان کی حیات کی ڈکشنری میں تھا ہی نہیں اور تصنیف و تالیف کا کام بجائے خود یک سوئی اور بڑی حد تک عزلت گزینی چاہتا ہے. اس لیے حیرت ہوتی ہے کہ اپنی اس مصروف اور بے حد مصروف زندگی میں تصنیف و تالیف کے لیے اُنھوں نے کس طرح سے وقت نکالا، لیکن اللہ کے مخصوص بندوں کا معاملہ بھی مخصوص ہی ہُوا کرتا ہے اور ان سے ان کی تمام تر مصروفیات کے باوجود یہ کام بھی لے لیتا ہے ذیل میں حضرت قاری صاحب کی تصنیفات کی فہرست ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) تسہیل التجوید: یہ فن تجوید میں ایک مختصر رسالہ ہے اور جتنا مختصر ہے اس سے زیادہ آسان اور عام فہم جو اپنی افادیت کی بناء پر بہت سے مدارس میں داخل نصاب ہے۔

(۲) تسہیل المنطق: یہ کتاب صغرای، کبرای، ایساغوجی، مرقاۃ اور تہذیب کا آسان ترین خلاصہ ہے جسے مولانا موصوف نے سالہا سال کی علمی کاوش اور تدریسی تجربہ کے بعد مرتّب کیا ہے۔

(۳) آداب المعلّمین والمتعلّمین: اس کتاب[^] میں جس کے نام سے ظاہر ہے اساتذہ اور طلبہ کیلیے اُن سے متعلّق آداب بیان کیے گئے ہیں کتاب اپنے موضوع پر نہایت مفید اور مؤثّر ہے۔

(۴) احکام المیت: اس میں تجہیز و تکفین کے مسائل، تلقین کا بیان، غسل میت کا طریقہ، نماز جنازہ کی ترکیب اور میت کے کفن دفن سے متعلّق دیگر ضروری مسائل عام فہم زبان میں بیان کیے گئے ہیں۔

(۵) تسہیل الصرف: علم صرف پر ایک نئے انداز سے اسے مرتّب کیا گیا ہے جس میں مسائل کے ساتھ ان کی مشق و تمرین پر کافی زور دیا گیا ہے۔

(۶) فضائل نکاح: اسلام میں نکاح کی حقیقت و اہمیّت اور اسکے فضائل کا بہترین تعارف اور شادی کی مروجہ غیر اسلامی رسوم و رواج کی بھرپور تردید اس رسالہ کا خاص موضوع ہے آخر میں طریقۂ نکاح اور خطبۂ مسنونہ کا بھی ذکر ہے۔

(۷) حق نما: بریلوی مکتبِ فکر کی جانب سے علماء دیوبند اور ان کی عبارتوں پر جو اعتراضات اُٹھائے گئے ہیں انتہائی متانت و سنجیدگی کے ساتھ ان کے محققانہ جواب اس کتاب میں تحریر ہیں جس کے ضمن میں علم غیب، مسئلہ حاضر و ناظر وغیرہ بنیادی علمی مسائل پر تشفی بخش بحث آگئی ہے جو خاصے کی چیز ہے۔

(۸) اسعاد الفہوم شرح سلم العلوم۔ فن منطق میں سلم العلوم ایک مشہور متن ہے جو اپنے اختصار کی بناء پر طلبہ و عُلماء کے لیے پیچیدہ اور مشکل ہو گیا ہے۔ اسی لیے اس فن سے دلچسپی رکھنے والے عُلماء نے ہر دَور میں

[^] یہ ایک کتاب نہیں بلکہ دو الگ الگ کتابیں ہیں۔ ن

اس پر شروح وحواشی تحریر کیے ہیں۔حضرت قاری صاحبؒ کو بھی فن منطق میں پورا عبور تھا۔موصوف نے طلبہ کی سہولت کے پیش نظر یہ شرح تحریر فرمائی ہے جس میں متن کی توضیحات کے علاوہ بہت سی علمی تحقیقات و شواہد کو نہایت حسن و خوبی کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

(۹) تسہیل النحو: علم نحو پر یہ ایک مختصر عام فہم رسالہ ہے جو ابتدائی طلبہ کے لیے ذہن اور ان کی استعداد کو سامنے رکھ کر مرتب کیا گیا ہے۔

یہ ساری کتابیں طبع ہو کر طلبہ وعلماء کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہیں۔ان کے علاوہ فضائل علم اور قواعد فارسی یہ دو رسالہ غیر مطبوعہ ہیں ممکن ہے ان مذکورہ رسائل وکتابوں کے علاوہ اور تصانیف بھی ہوں جن کا بندہ کو علم نہیں[1]

افسوس کہ فیاضی کا مجسّمہ،لطف ومحبّت کا پیکر،حسنِ اخلاق کا فرشتہ اور ہر شخص کے کام آنے والا خادمِ انسانیت ہم سے ہمیشہ کے لیے رُخصت ہو گیا جو ایک ایسا ملّی وقومی خسارہ ہے کہ اس پر جتنا بھی آنسو بہا جائے کم ہے۔

حضرت موصوف کا رسمی طور پر دارالعلوم سے تعلیمی وتحصیلی تعلق نہیں تھا،مگر وہ اپنے آپ کو ہمیشہ دارالعلوم کا ایک فرزند ہی سمجھتے رہے اور اسکی فلاح وترقی کیلیے ہمیشہ دُعا خواں رہے اور مختصر عرصہ تک دارالعلوم کی مجلسِ شورٰی کے رُکن بھی رہے دارالعلوم اساتذہ اور طلبا میں ایک جماعت ان سے اصلاح و ارشاد کا تعلق بھی رکھتی تھی اور عقیدت ومحبّت تو اُن سے دارالعلوم کے ہر فرد کو تھی جس کا مظاہرہ ان کی یہاں تشریف آوری پر ہوتا کہ لوگ پروانے کی طرح اُن کے گرد جمع ہو جاتے۔

وفات حسرت آیات کی اطّلاع ملتے ہی اسباق موقوف ہو گئے اور تمام اساتذہ وطلبہ حضرت مرحوم ومغفور کے ایصال ثواب کے لیے تلاوت قرآن اور کلمۂ طیبّہ کے ورد میں مصروف ہو گئے اور دوسرے دن منجانب دارالعلوم ایک وفد حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمی استاذ بخاری جلد ثانی کی قیادت میں ہنورا کے لیے روانہ ہو گیا۔ رحمہ اللہ تعالی وادخلہ اعلی علیین وصلّی اللہ تعالی علی النبی الامین وآلہ واصحابہ اجمعین۔

---

[1] حال ہی میں حضرت قاری صاحبؒ کی ایک ضخیم کتاب "التسہیل السامی" شرح اُردو شرح جامی ج اوّل طبع ہوئی ہے معلوم نہیں اتنی بڑی کتاب قاسمی صاحب سے کیسے اوجھل رہ گئی۔(ن)

مولانا محمد حسین مدرس مدرسہ
شمسیہ فخر المدارس احمد پور سیال

عقیدۂ تقدیر

کائنات کی ہر بات ازل سے طے شدہ ہے کہ اس طرح ہوگی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کائنات کے بنانے سے پہلے ہی اپنے علم کامل اور حکمتِ بالغہ سے اس کی ہر ہر چیز اور اُس کی مقدار زمان مکان کیفیت اور کمی بیشی کا ایک پیمانہ اور نقشہ بنا دیا ہے کوئی اچھائی یا بُرائی ایسی نہیں جو اس کے خلاف وجود میں آئے اسی کا نام شرعی اصطلاح میں تقدیر ہے جسے تسلیم کرنا شرطِ ایمان ہے۔

اس مفہوم پہ عام طور پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ پھر ہماری کوشش احتیاطی تدابیر اور مختلف اسباب اختیار کرنا سب فضول اور عبث ہے کیونکہ ہوگا تو بہر حال وُہی جو طے ہو چکا اور لکھا جا چکا ہم مختلف اسباب اختیار کیوں کریں۔ یہ سوال قلتِ تدبّر اور تقدیر کے ادھورے تصوّر سے پیدا ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب ہر چیز تقدیر سے ہے تو پھر ہماری کوشش احتیاطی تدابیر اسباب اور اُن کے منفی یا مثبت اثرات شرط اور مشروط دوا اور اس کا اثر یا بے اثر ہونا دُعا اور اس کی قبولیت یا عدمِ قبولیت کسی غلط کام پر غصّہ ہونا اور اچھے کام پر خوش ہونا یہ سب باتیں بھی تو تقدیر سے ہی ہیں اچھی یا بُری تدبیر بھی تو تقدیر سے باہر نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ کسی علاقے میں جا رہے تھے، راستے میں وہاں طاعون کے پھیلنے کی خبر سُن کر پیچھے ہٹنے لگے ایک صحابی نے کہا کیا آپ تقدیر سے بھاگ رہے ہیں آپ نے فرمایا نَفِرُّ مِنَ الْقَدَرِ اِلَی الْقَدَرِ کہ ہم خدا کی تقدیر سے خدا کی تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ مطلب ظاہر ہے کہ ہم کچھ بھی کر لیں تقدیر سے نہیں بھاگ سکتے، سبب اور اس کی تاثیر بھی دائرۂ تقدیر سے باہر نہیں اس لیے بچاؤ اور نجات کے ظاہر اسباب اختیار کرنا خلافِ تقدیر نہیں ہے۔

اس مسئلے میں یہی سوال بار بار ذہن میں مختلف انداز سے اُبھرتا ہے۔ مثلاً اب ذہن میں یہ بات آئے گی کہ پھر ہم تو مشین کے بے اختیار پرزوں کی طرح ہو گئے جب یہ سب کچھ ہم سے خود بخود تقدیر کے مطابق ہو رہا ہے اور اس کے خلاف ہم سے ممکن ہی نہیں تو پھر ہمارے افعال کی کوئی سزا جزا نہیں ہونی چاہیے۔

غور فرمائیں تو اس کا بھی وُہی جواب ہے جب یہ تسلیم کر لیا کہ ہر بات اللہ تعالیٰ کے ازلی علم اور ارادے سے ہے اسکے خلاف ممکن نہیں تو ہم یہ کیوں نہیں کر سکتے کہ جو اختیار اور قوّتِ فیصلہ ہم اپنے اندر وجدانی طور پر محسوس کر رہے ہیں اور

ذہن سے ایک حد تک اس اختیار کے تصوّر کو ختم بھی نہیں کر سکتے یہ اختیار بھی ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کے ازلی علم اور ارادے میں طے ہے تقدیر سے یہ بھی باہر نہیں۔ غرض جہاں اللہ تعالیٰ نے اس نظامِ کائنات کی ہر چیز کو ایک خاص اندازے کے مطابق طے کر رکھا ہے وہاں اپنے بندوں کیلیے ایک خاص اندازے میں اختیار بھی طے کر رکھا ہے۔ جب یہ اختیار بھی تقدیر سے ہے تو تقدیر کے حوالے سے ہم بے اختیار ثابت ہونے کے بجائے مختار ثابت ہونگے، البتّہ یہ اختیار مطلق نہیں مقیّد ہے۔ اسی محدود اور مشیتِ الٰہیہ کے تابع اختیار کی بناء پر بندہ مکلّف ہے اور اس کے لیے جزا سزا ہے اور اسی اعتبار سے افعال کی نسبت بندوں کی طرف بھی کر دی جاتی ہے اور جہاں کہیں تمام اُمور کی نسبت باری تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے اور بندوں کے اختیار کی نفی معلوم ہوتی ہے وہ اصل کے اعتبار سے ہے کہ فی الحقیقت کوئی بھی چھوٹی بڑی اچھی بُری چیز ایسی نہیں جو خدا تعالیٰ کے علم اندازے حکمت مشیّت اور قدرت سے باہر ہو ہمارا دائرہ اختیار بھی اس کے دائرہ اختیار کے اندر ہے۔

اسلام سچّا مذہب اور دینِ فطرت ہے اس کا کوئی بھی اُصول اور عقیدہ خلافِ عقل و فطرت نہیں ہو سکتا البتّہ بعض حقیقتیں ایک حد پر جا کر انسانی عقول کی سطح سے بلند ہو جاتی ہیں تقدیر بھی ایسی ہی حقیقتوں میں سے ایک حقیقت ہے اس لیے اس کی گہرائی میں جانے سے شارع علیہ اسلام نے منع فرمایا ہے ہاں درجہ اجمال میں اس کا مفہوم بے غبار ہے اور اس کا اقرار ارکانِ ایمان میں سے ہے۔ عقیدۂ تقدیر کا مفید پہلو یہ ہے کہ انسان غیر اللہ سے نفع نقصان کی اُمّید نہ رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلّق مضبوط کرے خوشی اور غمی میں اعتدال قائم کرے اور اور مضر پہلو یہ ہے کہ اس کی گہرائی میں جا کے گمراہی کی دلدل میں پھنس جائے یا اپنی بدکرداری کے لیے اسے آڑ بنایا جائے۔

حدیث مطرب و مے گو و از دہر کمتر جو۔ کہ کسی نہ کشود و نکشاید بحکمت ایں معمّا را

اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں مضر پہلو سے بچتے ہوئے مفید پہلو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور سلف صالحین کے طرز پر اسلام کی سچّی تعلیمات سے مستفید و مستنیر فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

تبلیغی مرکز رائے ونڈ

حافظ نور محمدؒ صاحب انورؔ

سرزمینِ رائے ونڈ اے مرکزِ تبلیغِ دیں　　مصدرِ رشد و ہدایت منبعِ علم و یقیں
کتنا اُونچا ہے زمینِ پاک میں تیرا مقام　　اہلِ دیں کا ہر گھڑی رہتا ہے تجھ پہ اژدہام
گر سہارنپور ہے مرکز اس کا ہندوستان میں　　تو ہے اہلِ حق کا مرکز ملکِ پاکستان میں
اہلِ حق کے قافلے آتے بھی ہیں جاتے بھی ہیں　　خود بھی وہ پاتے ہیں فیض اوروں کو پہنچاتے بھی ہیں
رنگ لائیں حضرتِ یُوسفؒ کی خدماتِ جلیل　　دے خدائے پاک اُن کو حشر میں اجرِ جزیل
اجتماعِ عام تیرا ہے انھیں کی یادگار　　حشر تک آباد رکھے تجھ کو ربِّ کردگار

ذرّہ ذرّہ ہے سعادت مند تیری خاک کا
تو ہے مسکن عاشقانِ صاحبِ لولاکؐ کا

مُشاجراتِ صحابہؓ سے متعلق چند اُصول

حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر عبد الواحد صاحب

مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں وقتاً فوقتاً بعض لوگ اپنی آراء پیش کرتے رہتے ہیں۔ کچھ عرصے پیشتر بھی ایسی ہی ایک بحث چھڑ گئی تھی اور اس سے متعلق تحریریں جامعہ مدنیہ کے دارالافتاء میں بھی بھیجی گئیں۔ اس وقت چند اُصولی باتیں ذکر کی گئی تھیں۔ افادہ عام کے لیے ان کو رسالہ میں شائع کیا جارہا ہے۔

(۱) فخر الاسلام بزدوی رحمہ اللہ اپنے اُصول میں لکھتے ہیں۔

"فالحاصل ان الحق فی موضع الخلاف واحد أو متعدد فعندنا الحق واحد۔ وقال بعض الناس وهم المعتزلة الحقوق متعددة . . . واختلف أهل المقالة الصحيحة فقال بعضهم ان المجتهد اذا اخطأ كان مخطأً ابتداء وانتهاء وقال بعضهم بل هو مصيب فی ابتداء اجتهاده لكنه مخطئ انتهاً فيما طلبه۔ وهذا القول الآخر هو المختار عندنا۔ وقد روى ذلك عن ابی حنيفة رحمه الله انه قال كل مجتهد مصيب والحق عند الله تعالىٰ واحد۔ ومعنى هذا الكلام ما قلنا . . . وقال ابوحنيفة رحمه الله فی مدعی الميراث اذا لم يشهد شهوده انالا نعلم له وارثا غيره انی لا اَكفل المدعی وهذا شئ احتاط به القضاة وهو جور سماه جورا وهو اجتهاد لانه فی حق المطلوب مائل عن الحق وهو معنى الجور والظلم

اختلاف کے موقع میں حق ایک ہوتا ہے یا متعدد ہوتا ہے؟ تو ہمارے نزدیک حق صرف ایک ہوتا ہے جبکہ معتزلہ کا کہنا ہے کہ حق متعدد ہوتا ہے . . . پہلا قول جو صحیح ہے اس کے قائلین

کا پھر آپس میں اختلاف ہوا اور ان میں سے بعض کا کہنا ہے کہ مجتہد سے جب خطا ہو تو ابتداء و انتہاء دونوں ہی میں خطا شمار ہوتی ہے، جبکہ دوسروں کا کہنا ہے کہ وہ ابتدائے اجتہاد میں تو درستگی پر ہوتا ہے ـــــ البتہ آخر میں حکم کو معلوم کرنے میں وہ خطا کر جاتا ہے۔ یہ دوسری بات ہمارے نزدیک مختار و پسندیدہ ہے۔ یہی بات امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اس طرح روایت کی گئی ہے۔ ہر مجتہد درستگی پر ہوتا ہے (یعنی نفس اجتہاد کرنے میں) البتہ حق اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف ایک ہوتا ہے . . . امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے میراث کے اس مدعی کے لیے کہ جس کے گواہوں نے اپنی گواہی میں یہ نہ کہا ہو کہ ہم اس کے علاوہ اور وارثوں کا ہونا نہیں جانتے کہا ہے کہ میں اس مدعی سے کفیل وضامن طلب نہیں کروں گا جبکہ دوسرے قاضیوں نے اس بارے میں احتیاط کو اختیار کیا ہے لیکن یہ جور و ظلم ہے۔ امام صاحب نے اس کے اجتہاد ہونے کے باوجود اس کو جور و ظلم کیونکہ یہ مطلوب کے حق میں حق سے میلان و اعراض ہے اور یہی جور و ظلم کا معنی ہے۔

" علامہ عبد العزیز بخاری رحمہ اللہ اُصول بزدوی پر اپنی شرح کشف الاسرار میں لکھتے ہیں۔

. . . ولما كان لقائل ان يقول الحق و ان كان واحدا فى المجتهدات لكن كل مجتهد مصيب فى حق العمل مامور بالعمل باجتهاده فلا يجوز تسميةُ ما ثبت بالاجتهاد جورا ـ اشار الشيخ الى الجواب فى الدليل فقال انما سماه جورا لانه اى القاضى الذى امر باخذ الكفيل احتياطا فى حق المطلوب و هو اخذ الكفيل مائل عن الحق و هو عدم تكليف المدعى باعطاء الكفيل لان حق الحاضر معلوم قد ثبت بالحجة وحق الآخر موهوم فلايجوز تاخير حق الحاضر لآخر موهوم لا امارة عليه

جب ایک کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ اجتہادی مسائل میں حق ایک ہونے کے باوجود جب ہر مجتہد عمل کی حد تک درستگی پر ہوتا ہے اور اپنے اجتہاد پر عمل کرنے کا مامور ہوتا ہے تو جو حکم اس نے اجتہاد سے حاصل کیا اس کو جور و ظلم کہنا جائز نہیں ہونا چاہیے ـ شیخ نے دلیل میں جواب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ امام صاحب نے اس کو جور اس لیے کہا

کہ وہ قاضی جس نے از روئے احتیاط کفیل وضامن طلب کرنے کا حکم دیا ہے اس نے حق (جو یہ ہے کہ مدعی کو کفیل پیش کرنے کا پابند نہ کیا جائے) سے اعراض کیا ہے، کیونکہ مدعی کا حق معلوم ہو چکا ہے اور دلائل سے ثابت ہو چکا ہے، جبکہ کسی دوسرے وارث کا حق ہونا وہمی ہے۔ لہٰذا ایسی وہمی بات جس کا کوئی قرینہ نہیں ہے اس کی خاطر مدعی اور موجود وارث کے حق کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے۔

(۲) "وقال اهل السنة كان الحق مع علی رضی الله عنه وإن من حاربه مخطئ فی الاجتهاد فهو معذور وان كلا من الفريقين عادل صالح ولا يجوز الطعن فی أحد منهم للاحاديث المشهورة فی مدح الصحابة والنهی عن سبهم و هذا هو الحق فماذا بعد الحق الا الضلال (نبراس ص۵۰۳)

اہلِ سُنّت کا قول ہے کہ حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور جن لوگوں نے ان سے لڑائی کی وہ ان کی اجتہادی خطا تھی اور وہ معذور تھے اور دونوں فریق عادل اور نیک تھے اور مدح صحابہ اور ان کو بُرا کہنے سے ممانعت کی مشہور احادیث کی بنا پر ان میں سے کسی ایک پر بھی طعن و تشنیع جائز نہیں ہے۔

علّامہ سعد التفتازانی رحمہ اللہ شرح المقاصد میں فرماتے ہیں۔

" قاتل علی رضی الله تعالیٰ عنه ثلث فرق من المسلمين على ما قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم انك تقاتل الناكثين والمارقين والقاسطين - فالناكثون هم الذين نكثوا العهد والبيعة وخرجوا الى البصرة ومقدمهم طلحة والزبير رضی الله تعالیٰ عنهما وقاتلوا عليا رضی الله تعالیٰ عنه بعسكر مقدمهم عائشة رضی الله تعالیٰ عنها فی هودج على جمل . . . والمارقون هم الذين نزعوا اليد عن طاعة على رضی الله تعالیٰ عنه بعد ما بايعوه وتابعوه فی حرب اهل الشام زعما منهم انه كفر حيث رضی بالتحكيم . . . والقاسطون معاوية واتباعه الذين اجتمعوا عليه وعدلوا عن طريق الحق الذی هو بيعة على رضی الله تعالیٰ عنه والدخول تحت طاعته ذهابا الى أنه

مالا علی قتل عثمان رضی اللہ عنہ حیث ترک معاونتہ وجعل قتلتہ خواصہ وبطانتہ فاجتمع الفریقان بصفین..........

والذی اتفق علیہ اھل الحق ان المصیب فی جمیع ذلک علی رضی اللہ عنہ لما ثبت من امامتہ ببیعۃ اھل الحل والعقد وظھر من تفاوت مابینہ وبین المخالفین سیما معاویۃ واحزابہ وتکاثر من الاخبار فی کون الحق معہ وما وقع علیہ الاتفاق حتی من الاعداء الی أنہ افضل زمانہ وأنہ لا احق بالامامۃ منہ والمخالفون بغاۃ لخروجھم علی الامام الحق بشبھۃ ھی ترکہ القصاص من قتلۃ عثمان رضی اللہ عنہ ولقولہ صلّی اللہ علیہ وسلّم لعمار تقتلک الفئۃ الباغیۃ وقد قتل یوم صفین علی ید اھل الشام ولقول علی رضی اللہ عنہ اخواننا بغوا علینا ولیسوا کفارا ولافسقۃ ولا ظلمۃ لما لھم من التاویل وان کان باطلا۔ فغایۃ الامر انھم اخطاوا فی الاجتھاد وذلک لا یوجب التفسیق فضلا عن التکفیر۔ ولھذا منع علی رضی اللہ عنہ اصحابہ من لعن اھل الشام وقال اخواننا بغوا علینا کیف وقد صح ندم طلحۃ والزبیر رضی اللہ عنھما وانصراف الزبیر رضی اللہ عنہ عن الحرب واشتھر ندم عائشۃ رضی اللہ عنھا

فان قیل لاکلام فی ان علیا اعلم وافضل وفی باب الاجتھاد اکمل لکن من این لکم ان اجتھادہ فی ھذہ المسئلۃ وحکمہ بعدم القصاص علی الباغی أو باشتراط زوال المنعۃ صواب واجتھاد القائلین بالوجوب خطأ لیصح لہ مقاتلتھم وھل ھذا الاکما اذا خرج طائفۃ علی الامام وطلبوا منہ الاقتصاص ممن قتل مسلما بالمثقل قلنا لیس قطعنا بخطأھم فی الاجتھاد عائدا إلی حکم المسئلۃ نفسہ بل إلی اعتقادھم ان علیا رضی اللہ عنہ یعرف القتلۃ باعیانھم ویقدر علی الاقتصاص منھم کیف وقد کانت عشرۃ آلاف من الرجال یلبسون السلاح وینادون اننا کلنا قتلۃ عثمان۔

حضرت علیؓ نے مسلمانوں کی تین جماعتوں سے لڑائی کی جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا تھا کہ تم ناکثین اور مارقین اور قاسطین سے لڑائی کرو گے۔ ناکثین تو وہ ہیں جنھوں نے عہد اور بیعت کو توڑا اور بصرہ کی طرف نکلے ان میں پیش پیش حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ تھے۔ ان لوگوں نے حضرت علیؓ سے ایسے لشکر کے ساتھ لڑائی جس کے آگے حضرت عائشہؓ ایک اُونٹ پر ہودج میں سوار تھیں۔ . . . .

مارقین وہ لوگ تھے جنھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اہلِ شام کے ساتھ لڑائی میں ان کا ساتھ دیا، لیکن پھر یہ خیال کر کے کہ تحکیم پر راضی ہو کر حضرت علیؓ کافر ہو گئے ہیں۔ انھوں نے اُن کی اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا . . . اور قاسطین حضرت معاویہؓ اور اُن کے متبعین تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف اکٹھے ہوئے اور جو حق راہ تھی یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا اور ان کی اطاعت کرنا اس سے انھوں نے روگردانی کی یہ خیال کرتے ہوئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف جھکاؤ اختیار کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی (خاطر خواہ) مدد نہیں کی اور اُن کے قاتلین کو اپنے خاص لوگوں میں داخل کر لیا ہے اور اس طرح صفین میں دونوں کا معرکہ ہُوا . . . . اہلِ حق نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ ان تمام اُمور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے کیونکہ ایک تو اہلِ حل و عقد کی بیعت کی وجہ سے وہ خلیفہ تھے اور دوسرے اُن کے اور ان کے مخالفین خصوصاً حضرت معاویہؓ وغیرہ کے مابین جو تفاوت تھا وہ سامنے آیا اور تیسرے بہت سی حدیثوں سے حضرت علیؓ کا حق پر ہونا ثابت ہے اور سب کا بشمول دشمنوں کے اس پر اتفاق ہُوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے زمانے میں سب سے افضل تھے اور کوئی ان سے زیادہ خلافت کا لائق نہ تھا اور مخالفین باغی ہیں کیونکہ انھوں نے امام حق کے خلاف خروج کیا۔ اگرچہ اس شبہہ سے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لینے کو ترک کیا اور ان کو باغی کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ باغی جماعت تمہیں قتل کرے گی اور وہ اہلِ شام کے ہاتھوں صفین میں قتل ہوئے۔ ایک اور وجہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان ہے کہ ہمارے بھائیوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی۔ اور یہ مخالفین نہ تو کافر تھے اور نہ فاسق تھے اور نہ ظالم تھے۔ کیونکہ انھوں نے تاویل کی تھی اگرچہ وہ دُرست نہ تھی۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ انھوں نے اجتہاد میں خطا کی اور اس سے کُفر تو کجا آدمی فاسق بھی نہیں ہوتا۔ اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے

ساتھیوں کو اہلِ شام پر لعنت کرنے سے منع کیا اور فرمایا (یہ) ہمارے ہی بھائی ہیں جنھوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔ اور فاسق کہا بھی کیسے جا سکتا ہے جبکہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کی ندامت اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا جنگ سے پلٹنا ثابت ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ندامت مشہور ہے۔

اگر کہا جائے کہ اس بارے میں تو کوئی کلام نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ عالم اور فضیلت والے تھے اور اجتہاد میں بھی فائق تھے لیکن تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ اس مسئلہ میں اور باغی سے عدم قصاص کے حکم میں یا اس سے قصاص لینے میں اس کے زور کے ٹوٹنے کی شرط لگانے میں ان کا اجتہاد صحیح تھا اور وجوب قصاص کے قائلین کا اجتہاد خطا تھا اور اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ان سے لڑائی جائز ہوئی بلکہ یہ تو صرف ایسی صورت ہے کہ ایک جماعت امام کے خلاف خروج کرے اور اس سے ایسے شخص سے قصاص کا مطالبہ کرے جس نے کسی مسلمان کو بھاری چیز سے قتل کیا ہو۔ جواب میں ہم کہتے ہیں کہ نفس مسئلہ کے حکم کے اعتبار سے ہم نے اُن کے اجتہاد میں خطا کی قطعیت کا قول نہیں کیا بلکہ ان کے اس اعتقاد کے اعتبار سے کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو جانتے تھے اور ان سے قصاص لینے پر قدرت رکھتے تھے۔ حالانکہ یہ بات بداہتً خلاف واقع ہے۔ کیونکہ دس ہزار مسلح افراد سامنے آجاتے تھے اور اعلان کرتے تھے کہ ہم سب قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

مذکورہ بالا عبارات سے مندرجہ ذیل اُمور حاصل ہوئے۔

۱۔ مجتہد باغی اور جائر بھی ہو سکتا ہے۔

جب ایک بات کا حق ہونا یا ایک کا حق پر ہونا ثابت ہو تو دوسرے کی جانب سے اس سے ہٹ کر جو کچھ پایا جائے گا وہ مائل عن الحق یعنی حق سے ہٹا ہوا ہوگا اگرچہ مبنی بر اجتہاد ہو۔ اور حق سے ہٹنے یعنی مائل عن الحق ہونے ہی کو جور و ظلم کہتے ہیں۔

"سماہ جورا وھو اجتھاد لانہ فی حق المطلوب مائل عن الحق وھو معنی الجور والظلم"

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق پر ہونا دلائل سے ثابت ہے جن میں سے ایک اجماع بھی ہے۔

" والذی اتفق علیہ اہل الحق ان المصیب فی جمیع ذلک علی رضی اللہ عنہ لما ثبت من امامتہ ببیعۃ اہل الحل والعقد وظہر من تفاوت ما بینہ و بین المخالفین سیما معاویۃ و احزابہ و تکاثر من الاخبار فی کون الحق معہ وماوقع علیہ الاتفاق حتی من الاعداء الی انہ افضل زمانہ وأنہ لا احق بالامامۃ منہ . . . ولقولہ علیہ السلام لعمار تقتلك الفئۃ الباغیۃ . . . وقد صح ندم طلحۃ والزبیر رضی اللہ عنہما وانصراف الزبیر رضی اللہ عنہ عن الحرب واشتہر ندم عائشۃ رضی اللہ عنہا"

اسی لیے جمل وصفین میں فریق مخالف کی جانب سے میلان عن الحق کا تحقق ہُوا۔ اور چونکہ یہ میلان عن الحق امام حق کے خلاف خروج کی صورت میں ہُوا، لہٰذا اہلِ شام باغی بھی کہلائے کیونکہ شرعی اصطلاح میں امام حق کے خلاف ناحق خروج کو بغاوت* کہتے ہیں۔ درمختار میں بغاۃ کی تعریف یوں کی ھم الخارجون علی الامام الحق بغیر الحق اور ردالمحتار میں ہے۔ ھو کما فی الفتح قوم مسلمون خرجوا علی امام العدل۔

" والمخالفون بغاۃ لخروجھم علی الامام الحق . . . ولقولہ صلّی اللہ علیہ وسلّم لعمار تقتلك الفئۃ الباغیۃ وقد قتل یوم صفین علی ید اہل الشام و لقول علی رضی اللہ عنہ اخواننا بغوا علینا "

۳۔ یہ جور یعنی میلان عن الحق بنا بر اجتہاد تھا اگرچہ اس میں خطا ہُوئی۔

"و ان من حاربہ مخطئ فی الاجتہاد"۔ "فغایۃ الامر انھم اخطاوا فی الاجتہاد"

۴۔ خطا فی الاجتہاد کی بناء پر یہ معذور ٹھہرے اور ان کی تفسیق یا ان پر کسی قسم کا طعن جائز نہیں خصوصًا جبکہ مخطی فی الاجتہاد صحابی ہوں۔

"و ان من حاربہ فخطیئ فی الاجتہاد فھو معذور۔ و ان کلا من الفریقین عادل صالح ولا یجوز الطعن فی أحد منھم للاحادیث المشہورۃ فی مدح الصحابۃ والنھی عن سبھم"

---

* بغاوت کی اس تعریف کو سامنے رکھیں تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کو بغاوت نہیں کہا جا سکتا۔

"فغایۃ الامر انھم اخطأوا فی الاجتھاد و ذلک لا یوجب التفسیق فضلا عن التکفیر و لھذا منع علی رضی اللہ اصحابہ من لعن اھل الشام و قال اخواننا بغوا علینا"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو اخواننا (ہمارے بھائی) کہا

اوپر کی عبارات سے معلوم ہوا کہ خطأ اجتہادی کے ساتھ بغاوت اور جور جمع ہو سکتے ہیں، لیکن ایسا فقط نفس الامر کے اعتبار سے ہے جبکہ خود مجتہدِ مخطی اس کو اپنی حد تک بغاوت اور جور خیال نہیں کر رہا ہوتا اور وہ اپنے اجتہاد پر عمل کرنے میں معذور ہوتا ہے۔

الحق و ان کان واحدا فی المجتھدات لکن کل مجتھد مصیب فی حق العمل مامور بالعمل باجتھادہ (کشف الاسرار)

جن دلائل کی بنار پر ہم کسی مجتہد کو مخطی سمجھتے ہیں خود وہ دلائل یا تو اس مجتہد کے علم میں نہیں ہوتے یا وہ اس کی نظر میں مؤول ہوتے ہیں۔ اس طرح ان دلائل کے اعتبار سے وہ مجتہد معذور ہوتا ہے ہاں جب مجتہد کو دلائل سے اپنے اجتہاد کے خطا ہونے اور دوسرے کے حق پر ہونے کا علم ہو جاتا ہے تو وہ اپنی خطا سے رجوع کر لیتا ہے اور حق کو اختیار کرتا ہے جیسا کہ حضرات طلحہ و زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ملتا ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ خطا جانتے ہوئے بھی وہ اس پر اصرار کرے۔

یہ تخطیہ اور تصویب دیگر مجتہد فیہ مسائل کے برخلاف قطعی ہے

اگرچہ فریقین کا عمل اجتہاد پر مبنی تھا، لیکن جب خارجی دلائل سے مثلاً تقتلك الفئة الباغية اخواننا بغوا علینا، حضرات طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کا جنگ سے انحراف اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ندامت اور مزید برآں اُمّت کا اجماع و اتّفاق۔ یہ ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قطعًا حق پر تھے اور فریق مخالف قطعًا خطا پر تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صواب پر اور دوسرے حضرات کو خطا پر مانا جائے گا، البتہ خطا کے اجتہادی ہونے کی بنار پر اُن پر کوئی طعن جائز نہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب

ایک سوال یہ ہو سکتا ہے کہ جب خطا اجتہاد سے تھی تو شارع کی جانب سے باغی جیسے الفاظ کہ جو فی ذاتہ موجب قدح ہیں کا استعمال ان حضرات کی شان میں کیسا ہے؟ اس کا جواب ہم مولانا

تھانوی رحمہ اللہ کے بیان القرآن سے نقل کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت آدم علیہ السّلام کے قصّے میں لکھتے ہیں۔

"اگر کسی کو خلجان ہو کہ جو خطا تاویل سے ہو وہ اس قدر دارو گیر کے قابل نہیں جواب یہ ہے کہ جس قدر فہم و خصوصیت زیادہ ہوتی ہے اس پر ملامت زیادہ ہوتی ہے اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے۔ حسنات الابرار سیئات المقربین اور حاصل اس کا یہ ہوتا ہے کہ تم نے زیادہ غور سے کیوں کام نہیں لیا۔ (ص ۱۴/۱ مطبوعہ تاج کمپنی)

۲۔ مسائل السلوک میں قوله تعالیٰ لولا کتٰبٌ من اللّٰہ لمسکم فیما اخذتم فیہ عذابٌ عظیمٌ جس خطأ اجتہادی پر اجر وارد ہے اس پر عتاب اس مقولہ کی صحّت کی دلیل ہے حسنات الابرار سیئات المقربین۔

(ص ۳۸۲/۱ مطبوعہ تاج کمپنی)

تقتلك الفئة الباغية وغیرہ میں شارع کی جانب سے ایسا ہی عتاب ہے اور ضرورت کے موقع پر شارع کے اس تخطیہ و عتاب کو محض نقل کرنا تنقیص و سوءِ ادب نہیں ہے۔

ایک رائے کا رفع

بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں ہوائے خفی موجود تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کا ادراک یا تو حاصل ہوگا یا نہ ہوگا۔ اگر اُن کو اس کا ادراک حاصل نہ تھا تو وہ اُن کے لیے مضر نہیں۔ کیونکہ وہ مؤثر نہیں ہے اور اگر ان کو اس کا ادراک حاصل تھا تو وہ اُن کے حق میں خفی نہ رہا اور جب اُنھوں نے ہوائے نفس کے تقاضے پر عمل کیا۔ شریعت کے تقاضوں کو پسِ پشت ڈالا تو وہ مجتہد کہاں رہے ؟ اور چونکہ یہ بات اجماع کے خلاف ہے اور باطل ہے۔ لہٰذا ہوائے خفی کا قول بھی صحیح نہیں ہے۔

مشاجرات صحابہ کے بارے میں اہلِ سُنّت کا طرزِ عمل

۱۔ اہلِ سُنّت کا طریقہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں تنقیص و طعن سے اجتناب ہے اور جو فتنے و جنگیں صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان واقع ہوئیں اُن کے بارے میں اہلِ سُنّت ہی کے کچھ لوگوں کا طریقہ مکمل

سکوت کا ہے کہ نہ تخطیہ کرتے ہیں نہ تصویب۔

شرح مواقف میں ہے۔

واما الفتن والحروب الواقعة بين الصحابة فالشامية انكروا وقوعها ولاشك انه مكابرة للتواتر فى قتل عثمان وواقعة الجمل والصفين۔ والمعترفون بوقوعها منهم من سكت عن الكلام فيها بتخطية او تصويب وهم طائفة فان ارادوا انه اشتغال بمالا يعنى فلا باس به اذ قال الشافعى رحمه الله وغيره من السلف تلك دماء طهر الله عنها أيدينا فلنطهر عنها السنتنا جزء ۸

عدم ضرورت کے موقع پر سکوت ہی بہتر ہے۔

اور اہل سُنّت ہی کا طریقہ فریقین کے اجتہاد کا تخطیہ و تصویب بھی ہے۔ نبراس میں ہے۔

وقال اهل السنة كان الحق مع على رضى الله عنه وان من حاربه مخطئ فى الاجتهاد فهو معذور وان كلا من الفريقين عادل صالح ولا يجوز الطعن فى أحد منهم ... الخ

ان دونوں طریقوں کے درمیان کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ

اوّلاً تو پہلا طریقہ عدم ضرورت کے موقع پر محمول ہے جبکہ دوسرا طریقہ ضرورت کے موقع پر محمول ہے۔

ثانیاً۔ پہلے کا محمل یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی فریق پر ایسا حکم لگانے سے احتیاط مقصود ہو جو غلط ہو جائے مثلاً یہ کہ اجتہادی کی قید کے بغیر خاطی کہنا یا کسی فریق پر ہوائے خفی کا الزام لگانا۔

وسئل بعضهم عنها ايضا فقال تلك دماء قد طهر الله منها يدى فلا اخضب بها لسانى، يعنى فى التحرز من الوقوع فى خطأ والحكم على بعض بمالا يكون مصيبا فيه

(تفسیر قرطبی بحوالہ مقام صحابہ صلاق)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آخر میں تفسیر قرطبی کی ایک عبارت نقل کر دی جائے۔

لایجوز ان ینسب الی أحد من الصحابۃ خطأ مقطوع به اذ کانوا کلهم اجتهدوا فیما فعلوه و ارادوا الله عزوجل و هم کلهم لنا ائمة و قد تعبدنا بالکف عما شجر بینهم ولا نذکرهم الا باحسن الذکر لحرمة الصحبة ولنهی النبی صلّی الله علیه وسلّم عن سبهم و ان الله غفر لهم واخبر بالرضاء عنهم هذا مع ما قد ورد من الاخبار من طرق مختلفة عن النبی صلّی الله علیه وسلّم ان طلحة شهید یمشی علی وجه الارض فلوکان ماخرج الیه من الحرب عصیانا لم یکن القتل فیه شهیدا۔ وکذلک لوکان ماخرج الیه خطأ فی التاویل و تقصیرا فی الواجب علیه لان الشهادة لا تکون الا بقتل فی طاعة فوجب حمل امرهم علی ما بیناه۔ ومما یدل علی ذلک ما قد صح و انتشر من اخبار علی بان قاتل الزبیر فی النار وقوله سمعت رسول الله صلّی الله علیه وسلّم یقول بشر قاتل ابن صفیة بالنار۔ واذا کان کذلک فقد ثبت ان طلحة و الزبیر غیر عاصیین ولا آثمین بالقتال لان ذلک لوکان کذلک لم یقل النبی صلّی الله علیه وسلّم فی طلحة شهید ولم یخبر ان قاتل الزبیر فی النار۔ وکذلک من قعد غیر مخطئ فی التاویل بل صواب اراهم الله الاجتهاد۔ واذا کان کذلک لم یوجب ذلک لعنهم والبراءة منهم و تفسیقهم و ابطال فضائلهم وجهادهم وعظیم غنائهم فی الدین رضی الله عنهم۔ وقد سئل بعضهم عن الدماء التی اریقت فیما بینهم فقال تلک امة قد خلت لها ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسألون عما کانوا یعملون۔ وسئل بعضهم عنها ایضا فقال تلک دماء قد طهر الله منها یدی فلا اخضب بها لسانی یعنی فی التحرز من الوقوع فی خطأ والحکم علی بعضهم بما لایکون مصیبا فیه۔

و قد سئل الحسن البصری عن قتالھم فقال قتال شھدہ اصحاب محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم و غبنا و علموا وجھلنا و اجتمعوا فاتبعنا واختلفوا فوقفنا (تفسیر القرطبی بحوالہ مقام صحابہ ص ۹۲)

کسی صحابی کی طرف قطعی (یعنی غیر اجتہادی) خطا کی نسبت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اُنھوں نے جو کیا وہ اُنھوں نے اجتہاد سے کیا تھا اور اللہ عزوجل کی فرمانبرداری ان کی مراد تھی اور وہ سب ہمارے امام ہیں اور ہمیں حکم ہے کہ ان کے مابین جو جھگڑے پیش آئے ان میں ہم خاموش رہیں اور صُحبت نبوی کے احترام کی وجہ سے اور اس بناء پر کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کو بُرا کہنے سے منع کیا ہے اور اس بناء پر کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بخش دیا ہے اور ان سے اپنے راضی ہونے کی خبر دی ہے ان کا صرف ذکرِ خیر کریں۔ اس کے علاوہ مختلف طرق سے وارد ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا طلحہ ایسے شہید ہیں جو روئے زمین پر چلتے ہیں۔ اگر ان کا لڑائی میں نکلنا نافرمانی اور عصیان کے سبب سے ہوتا تو لڑائی میں قتل سے وہ شہید نہ کیے جاتے یہی بات اس وقت بھی ہوتی جب ان کا نکلنا تاویل میں خطا اور واجب میں تقصیر و کوتاہی کے سبب سے ہوتا کیونکہ شہادت تو اس وقت ہوتی ہے جب آدمی اللہ کی اطاعت میں قتل ہو۔ لہٰذا ان حضرات کے معاملہ کو اسی پر محمول کرنا چاہیے جو ہم نے ذکر کیا۔ اس کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس مشہور و معروف قول سے بھی ہوتی ہے کہ زبیر کا قاتل جہنّمی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ مَیں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے ہُوئے سُنا کہ ابن صفیہ (یعنی زبیر) کے قاتل کو جہنّم کی بشارت دو۔ اور جب بات یُوں ہے تو ثابت ہُوا کہ حضرات زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہما لڑائی کرنے میں نافرمان اور گنہگار نہ تھے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم حضرت طلحہ کے بارے میں یہ نہ فرماتے کہ وہ شہید ہیں اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یُوں نہ فرماتے کہ زبیر کا قاتل جہنّمی ہے۔ اسی طرح وہ لوگ جو لڑائی میں شریک نہیں ہُوئے اُنھوں نے تاویل میں خطا نہیں کی بلکہ دُرست بات تھی جو اُنھوں نے اجتہاد سے سمجھی اور اس بات سے ان پر لعن طعن کرنے کو یا ان سے تبرا کرنے کو یا ان کو فاسق قرار دینے کو واجب اور اُن کے فضائل اور اُن کے جہاد اور دین میں ان کے وافر حصّے کو کالعدم قرار نہیں دیتی۔ بعض حضرات سے اس خونریزی کے بارے میں سوال کیا گیا جو صحابہ کے مابین ہُوئی تو اُنھوں نے جواب دیا تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ وہ ایک

جماعت تھی جوگزر چکی ان کے واسطے ہے جو اُنھوں نے کیا اور تمہارے واسطے ہے جو تم نے کیا اور تم سے کچھ پوچھ نہیں اُن کے کاموں کی

اور بعض نے یہ جواب دیا کہ یہ وہ خونریزی ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ کو پاک رکھا تو میں اپنی زبان کو اس سے رنگین نہیں کروں گا۔ یعنی ان پر ناحق حکم نہیں لگاؤں گا۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے صحابہ کی باہمی لڑائی کے بارے میں سوال کیا گیا تو اُنھوں نے فرمایا کہ یہ ایسی لڑائی تھی جس میں محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اصحاب موجود تھے اور ہم موجود نہ تھے۔ ان کو علم حاصل تھا اور ہمیں حاصل نہیں ہے جس میں اُنھوں نے اتفاق کیا اس میں ہم نے ان کی پیروی کی اور جس میں ان کا اختلاف ہوا اس میں ہم نے توقف کیا۔

انتقالِ پُرملال

مدرسہ شاہی مراد آباد کے مہتمم حضرت مولانا سیّد رشید الدّین صاحب مدظلہم کے بڑے صاحبزادے جناب احمد بادشاہ رشیدی ۲۰ستمبر کو وفات پاگئے۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

مرحوم مدرسہ شاہی میں شعبہ اُردو دینیات کے اُستاد تھے۔ مختلف امراض کے سبب طویل عرصہ سے علیل تھے۔ آخر ایّام میں غددو کے ورم کی وجہ سے مرض نے شدّت اختیار کر لی تھی۔ مرحوم گونا گوں خوبیوں کے مالک تھے۔ حضرت مولانا کے لیے اس پیرانہ سالی میں بیٹے کی موت بہت بڑا سانحہ ہے اللہ تعالیٰ اُن کو اور دیگر اہلِ خانہ کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرما کر کفارۂ ذنوب اور بلندی درجات کا سبب بنائے۔ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ حضرت مہتمم صاحب کو ایک اور صدمہ آپ کے چچا جناب حاجی وحید الدّین صاحب کی وفات کا پیش آیا۔ مرحوم بہت سی خُوبیوں کے مالک بہت وضعدار انسان تھے۔ ادارہ اس دوہرے صدمہ پر حضرت مولانا رشید الدّین صاحب مدظلہم اور دیگر سوگواران کے غم میں برابر کا شریک ہے اور دُعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں حضرات کی مغفرت فرما کر بلند درجات نصیب فرمائے آمین۔

حاصلِ مطالعہ

مولانا نعیم الدّین صاحب ، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

دعوت و تبلیغ کا ایک زرّیں اُصول

۱۹۷۷ء کی بات ہے کہ حضرت علّامہ سیّد محمّد یُوسف بنوری رحمہ اللہ (م ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء) "اسلامی مشاورتی کونسل" کے ایک اجلاس میں شرکت کے لیے کراچی سے اسلام آباد تشریف لائے، اجلاس منعقد ہوا اجلاس کی تیسری نشست میں بعض حضرات نے حضرت بنوریؒ سے فرمائش کی کہ آپ ٹیلی ویژن پر خطاب فرمائیں۔ آپ نے ٹیلی ویژن پر خطاب کرنے سے یہ کہہ کر معذرت فرمادی کہ یہ میرے مزاج کے خلاف ہے۔ اسی دوران غیر رسمی طور پہ یہ گفتگو بھی آئی کہ فلموں کو مُخرِبِ اَخلاق عناصر سے پاک کرکے تبلیغی مقاصد کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں ؟ اس بارے میں مولانا نے جو کچھ فرمایا اُس کا خلاصہ یہ ہے۔

"اس سلسلہ میں مَیں ایک اُصولی بات کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کے مکلّف نہیں ہَیں کہ جس طرح بھی ممکن ہو لوگوں کو پکّا مُسلمان بناکر چھوڑیں ہاں اس بات کے مکلّف ضرور ہَیں کہ تبلیغِ دین کے لیے جتنے جائز ذرائع و وسائل ہمارے بس میں ہَیں اُن کو اختیار کرکے اپنی پوری کوشش صرف کردیں۔ اسلام نے ہمیں جہاں تبلیغ کا حکم دیا ہے۔ وہاں تبلیغ کے باوقار طریقے اور آداب بھی بتائے ہیں ہم ان طریقوں اور آداب کے دائرے میں رہ کر تبلیغ کے مکلّف ہَیں۔ اگر ان جائز ذرائع اور تبلیغ کے ان آداب کے ساتھ ہم اپنی

تبلیغی کوششوں میں کامیاب ہوتے ہیں تو عینِ مُراد ہے، لیکن اگر بالفرض ان جائز ذرائع سے ہمیں مکمّل کامیابی حاصل نہیں ہوتی تو ہم اس بات کے مکلف نہیں ہیں کہ ناجائز ذرائع اختیار کر کے لوگوں کو دین کی دعوت دیں اور آدابِ تبلیغ کو پسِ پشت ڈال کر جس جائز و ناجائز طریقے سے ممکن ہو لوگوں کو اپنا ہم نوا بنانے کی کوشش کریں۔ اگر ہم جائز وسائل کے ذریعے اور آدابِ تبلیغ کے ساتھ ہم ایک شخص کو بھی دین کا پابند بنا دیں گے تو ہماری تبلیغ کامیاب ہے اور اگر ناجائز ذرائع اختیار کر کے ہم سو آدمیوں کو بھی اپنا ہم نوا بنا لیں تو اس کامیابی کی اللہ کے یہاں کوئی قیمت نہیں۔ کیونکہ دین کے احکام کو پامال کر کے جو تبلیغ کی جائے گی وہ دین کی نہیں کسی اور چیز کی تبلیغ ہوگی "فلم" اپنے مزاج کے لحاظ سے بذاتِ خود اسلام کے احکام کے خلاف ہے، لہٰذا ہم اس کے ذریعے تبلیغ دین کے مکلف نہیں ہیں۔ اگر کوئی شخص جائز اور باوقار طریقوں سے ہماری دعوت کو قبول کرتا ہے تو ہمارے دیدۂ دل اس کے لیے فرشِ راہ ہیں، لیکن جو شخص فلم دیکھے بغیر دین کی بات سُننے کے لیے تیّار نہ ہو اُسے فلم کے ذریعے دعوت دینے سے ہم معذور ہیں اگر ہم یہ موقف اختیار نہ کریں تو آج ہم لوگوں کے مزاج کی رعایت سے فلم کو تبلیغ کے لیے استعمال کریں گے کل بے حجاب خواتین کو اس مقصد کے لیے استعمال کیا جائے گا، اور رقص و سرود کی محفلوں سے لوگوں کو دین کی طرف بلانے کی کوشش کی جائے گی، اس طرح ہم تبلیغ کے نام پر خود دین کے ایک ایک حکم کو پامال کرنے کے مرتکب ہوں گے"۔

اس واقعہ کے راوی حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم جو اس سفر میں حضرت بنوریؒ کے رفیق تھے یہ واقعہ ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ کونسل میں مولاناؒ کی آخری تقریر تھی اور غور سے دیکھا جاتے تو یہ تمام دعوتِ دین کا کام کرنے والوں کے لیے مولاناؒ کی آخری وصیّت تھی جو لوحِ دل پر نقش کرنے کے لائق ہے"۔[1]

---

[1] نقوشِ رفتگان ص ۱۰۵

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مصلحین کیلیے ایک عظیم ہدایت

عماد الدّین حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (م ۷۷۴ھ) ابن ابی حاتمؒ کی سند سے نقل کرتے ہیں کہ "اہل شام میں سے ایک بڑا بارعب اور قوی آدمی تھا، یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کرتا تھا، کچھ عرصہ تک وہ نہ آیا تو آپ نے لوگوں سے اس کا حال پُوچھا۔ لوگوں نے کہا امیر المومنینؓ اس کا حال نہ پُوچھئے وہ تو شراب میں بدمست رہنے لگا۔ فاروق اعظمؓ نے اپنے منشی کو بلایا اور کہا کہ یہ خط لکھو۔

مِنْ عُمَرَ بْنِ الخطاب اِلٰی فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ سَلَامٌ عَلَيْكَ فَاِنِّیْ اَحْمَدُ اِلَيْكَ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ غَافِرِ الذَّنْبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ؕ	منجانب عمر بن خطاب بنام فلاں بن فلاں۔ سلام علیک، اس کے بعد میں تمہارے لیے اُس اللہ کی حمد پیش کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ گناہوں کو معاف کرنے والا، توبہ کو قبول کرنے والا، سخت عذاب والا، بڑی قدرت والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

پھر حاضرین مجلس سے کہا کہ سب مل کر اس کے لیے دُعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو پھیر دے، اور اس کی توبہ قبول فرمائے۔ جب اُس کے پاس حضرت فاروق اعظمؓ کا یہ خط پہنچا اور اُس نے پڑھا تو بار بار ان کلمات کو پڑھتا اور غور کرتا رہا کہ اس میں مجھے سزا سے ڈرایا بھی گیا ہے اور معاف کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے۔ پھر رونے لگا اور شراب خوری سے باز آگیا، ایسی توبہ کی کہ پھر اس کے پاس نہ گیا۔

حضرت فاروق اعظمؓ کو جب اس اثر کی خبر ملی تو لوگوں سے فرمایا کہ ایسے معاملات میں تم سب کو ایسا ہی کرنا چاہیے کہ جب کوئی بھائی کسی لغزش میں مُبتلا

ہو جائے تو اُس کو دُرستی پر لانے کی فکر کرو اور اس کو اللہ کی رحمت کا بھروسہ دلاؤ اور اللہ سے اس کے لیے دُعا کرو کہ وہ توبہ کرلے اور تم اس کے مقابلہ پر شیطان کے مددگار نہ بنو۔ یعنی اس کو بُرا بھلا کہہ کر یا غصّہ دلا کر اور دین سے دُور کر دو گے تو یہ شیطان کی مدد ہوگی۔"[1]

جو لوگ اصلاحِ خلق اور دعوت و تبلیغ کی خدمت انجام دے رہے ہیں اُن کے لیے اس حکایت میں ایک عظیم الشّان ہدایت ہے کہ جس شخص کی اصلاح مقصود ہو اس کے لیے دُعا بھی کریں اور نرم تدبیر سے اس کو دُرستی کی طرف لائیں، اشتعال انگیزی نہ کریں کہ اس سے نفع پہنچنے کے بجائے اس کے مزید گمراہی میں پڑنے کا اندیشہ ہے۔

جَنَّتی شخص

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

"ایک مرتبہ ــــ ہم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے آپؐ نے فرمایا کہ ابھی تمہارے سامنے ایک شخص آنے والا ہے جو اہلِ جنّت میں سے ہے، چنانچہ ایک صاحب انصار میں سے آئے، جن کی ڈاڑھی سے تازہ وضو کے قطرات ٹپک رہے تھے اور بائیں ہاتھ میں اپنے نعلین لیے ہوئے تھے، دوسرے دن بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا اور یہی شخص اسی حالت کے ساتھ سامنے آیا، تیسرے روز پھر یہی واقعہ پیش آیا اور یہی شخص اپنی مذکورہ حالت میں داخل ہوا، جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مجلس سے اُٹھ گئے تو حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاص اس شخص کے پیچھے لگے (تاکہ اس کے اہلِ جنّت ہونے کا راز معلوم کریں) اور اُن سے کہا کہ مَیں نے کسی جھگڑے میں قسم کھالی ہے کہ میں تین روز تک اپنے گھر نہ جاؤں گا، اگر آپ مناسب سمجھیں تو تین روز مجھے اپنے

---

[1] تفسیر القرآن العظیم للامام ابن الکثیر ج ۴ ص ۷۰

یہاں رہنے کی جگہ دے دیں۔ انھوں نے منظور فرمالیا، عبداللہ بن عمروؓ نے یہ تین راتیں اُن کے ساتھ گزاریں تو دیکھا کہ رات کو تہجّد کے لیے نہیں اُٹھتے، البتہ جب سوئے کے لیے بستر پر جاتے تو کچھ اللہ کا ذکر کرتے تھے پھر صبح کی نماز کے لیے اُٹھ جاتے تھے، البتہ اس پُورے عرصہ میں مَیں نے اُن کی زبان سے بجز کلمۂ خیر کے کوئی کلمہ نہیں سُنا، جب تین راتیں گزر گئیں اور قریب تھا کہ میرے دِل میں ان کے عمل کی حقارت آجائے تو مَیں نے اُن پر اپنا راز کھول دیا کہ ہمارے گھر کوئی جھگڑا نہیں تھا، لیکن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین روز تک یہ سُنتا رہا کہ تمہارے پاس ایک ایسا شخص آنے والا ہے جو اہلِ جنّت میں سے ہے اور اس کے بعد تینوں دن آپ ہی آئے۔ اس لیے مَیں نے چاہا کہ مَیں آپ کے ساتھ رہ کر دیکھوں کہ آپ کا وہ کیا عمل ہے جس کے سبب یہ فضیلت آپ کو حاصل ہُوئی، مگر عجیب بات ہے کہ مَیں نے آپ کو کوئی بڑا عمل کرتے نہیں دیکھا تو وہ کیا چیز ہے جس نے آپ کو اس درجہ پر پہنچایا۔ اُنھوں نے کہا "میرے پاس تو بجز اس کے کوئی عمل نہیں جو آپ نے دیکھا ہے"۔ مَیں یہ سُن کر واپس آنے لگا تو مجھے بُلا کر کہا کہ " ہاں ایک بات ہے کہ میں اپنے دل میں کسی مُسلمان کی طرف سے کینہ اور بُرائی نہیں پاتا، اور کسی پر حسد نہیں کرتا جس کو اللہ نے کوئی خیر کی چیز عطا فرمائی ہو"۔ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ بس یہی وہ صفت ہے جس نے آپ کو یہ بلند مقام عطا کیا ہے"۔[1]

عاجزی

حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"عبدیت تو اسی میں ہے کہ فنا کر دے۔ عاجزی انکسار اختیار کرے حق تعالیٰ

---

[1] مسند احمد بحوالہ تفسیر ابن کثیر عربی ج ۴ ص ۳۳۸

کے یہاں اِسی کی قدر ہے حق تعالیٰ کی ذات تو بڑی ہی رحیم اور کریم ہے۔ مخلوق بھی عاجزی ہی کو پسند کرتی ہے۔ اس پر ایک حکایت یاد آئی ایک مہاجن کی لڑکی پر ایک جن عاشق تھا بڑے بڑے عامل آئے مگر ناکامیاب رہے۔ بعض جن بڑا ہی سرکش اور قوی ہوتا ہے جو عامل جاتا صحیح سلامت واپس نہ ہوتا اکثر یہ حرکت کرتا کہ ہاتھ پکڑ کر چھت اُبھار کر اس میں دبا دیتا اب بیچارہ عامل ہے کہ لٹکا ہوا ہے۔ ایسا ظالم تھا کسی نے اس مہاجن سے ویسے ہی بطور تمسخر کے کہہ دیا کہ فلاں مسجد میں جو مؤذّن ہیں بہت بڑے عامل ہیں وہ مہاجن ان بے چاروں کو جا لپٹا یہ ہر چند قسم کھاتا ہے مگر مہاجن ہے کہ پیروں پر گرا پڑتا ہے خوشامد کر رہا ہے جب یہ عاجز ہو گیا اُس نے کہا کہ اچھا میں چلتا ہوں یہ بتلاؤ کیا دوگے، مہاجن نے کہا کہ جو کہو۔ کہا کہ پانچ سو روپیہ اُس نے کہا کہ منظور، یہ سمجھا کہ دو ہی باتیں ہیں یا تو کام بن گیا اور پانچ سو روپیہ مل گیا تو بڑی راحت اور عیش سے گزرے گی اور اگر مار دے گا تو اس مصیبت اور پریشانی و ناداری کی زندگی سے مرجانا ہی بہتر ہے بے چارہ غریب تھا۔ بسم اللہ پڑھ کر مہاجن کے ساتھ ہو لیا۔ اُس کے مکان پر پہنچا اُس جن نے نہایت زور سے ڈانٹا کہ کیسے آیا ہے ہاتھ جوڑ کر قدموں میں گر گیا کہ حضور کی رعیت کا جولاہا ہوں، حضور نہ میں عامل ہوں نہ عمل چلانے آیا ہوں۔ ایک جاہل اور غریب آدمی ہوں یہ مہاجن جا کر سر ہو گیا ہر چند عذر کیا نہ مانا، اس لیے مجبوری کو چلا آیا۔ حضور کی بڑی پرورش ہوگی۔ اگر حضور پانچ منٹ کے لیے اس لڑکی سے جُدا ہو جائیں مجھ کو پانچ سو روپیہ مل جائے گا۔ میں غریب آدمی ہوں میرا بھلا ہو جائے گا اور حضور کا کوئی نقصان نہ ہوگا۔ پھر اگر دل چاہے آجائیے۔ یہ سُن کر جن بڑے زور سے قہقہہ مار کر ہنسا اور یہ کہا کہ ہم تیری خاطر سے ہمیشہ کے لیے جاتے ہیں حضرت اس مؤذن کی شہرت ہو گئی کہ بہت بڑا عامل ہے عمر بھر کی روٹیاں سیدھی ہو گئیں اور عوام کے اعتقاد کا . . . یہی قاعدہ ہے کہ ایک مرتبہ رجسٹری ہو جائے کسی کے کمال کی پھر تو عقد فسخ ہوتا ہی نہیں یہ بات کاہے کی بدولت نصیب ہوئی، صرف عاجزی کی

بدولت عاجزی بہت ہی عجیب چیز ہے۔"[1]

شیطان کی عیّاری

حضرت انس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا

"دو قسم کی آوازیں ایسی ہیں جن پر دُنیا اور آخرت دونوں میں لعنت کی گئی ہے، ایک تو خوشی کے موقع پر باجے تاشے کی آواز دوسرے مصیبت کے موقع پر آہ و بُکا اور نوحہ کی آواز۔"[2]

اس مقام پر علّامہ ابن قیم جوزی رحمہ اللہ (م ۷۵۱ ھ) نے بڑی نفیس بات کہی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

"قلبِ انسانی پر دو حالتیں طاری ہوتی ہیں ایک غم کی حالت اور دوسری خوشی کی حالت غم کی حالت بالعموم اس وقت طاری ہوتی ہے جب انسان کی کوئی متاعِ عزیز گم ہو جائے اس کے برعکس خوشی کی حالت اس وقت طاری ہوتی ہے جب انسان کو کوئی اچھی چیز مل جائے۔

ان دونوں حالتوں کی مناسبت سے دو عبادتیں رکھی گئی ہیں۔ غم کی حالت میں صبر کرنا اور اللہ کی مشیّت پر راضی رہنا عبادت ہے اور خوشی کی حالت میں اللہ کی عطا اور انعام پر شکر ادا کرنا عبادت ہے (اور صبر و شکر در حقیقت بڑی عظیم عبادتیں ہیں جن کے فضائل و فوائد قرآن کریم اور احادیث میں بکثرت آئے ہیں) شیطان نے کمال عیّاری سے کام لے کر ان دونوں موقعوں پر عبادت الٰہی سے ہٹانے اور ثواب کمانے سے محروم کرنے کے لیے انسان کو دو ایسے کاموں میں لگا دیا جو معصیتِ الٰہی اور بڑے گناہ ہیں۔ یعنی غم کے موقع پر رونے دھونے جزع فزع اور نوحہ اور گریہ میں لگا دیا اور خوشی کے موقع پر گانے بجانے اور رقص و سرود میں منہمک کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔"[3]

ہمیں چاہیے کہ ان دونوں موقعوں پر کمال احتیاط سے کام لیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے موعودہ اجر و ثواب کے مستحق بنیں ایسا نہ ہو کہ شیطانی چال کا شکار ہو کر بڑے اجر و ثواب سے محروم ہو جائیں۔ اعاذنا اللہ منہ

---

[1] افاضات یومیہ ج ۱ ص ۲۸۳ [2] مسند بزار بحوالہ مجمع الزوائد ج ۳ ص [3] مدارج السالکین ج ۲ ص ۲۱

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

تقریظ و تنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب : شمائل ترمذی، مع اُردو ترجمع و شرح

افادات : حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی دامت برکاتہم

مرتّب : الحاج لعل دین ایم اے

صفحات : ۵۰۸

سائز : ۲۶×۲۰ / ۸

ناشر : مکتبہ دروس القرآن فاروق گنج گوجرانوالہ

قیمت : ۱۳۰/

حضرت صُوفی صاحب دامت برکاتہم کے قلم حقیقت رقم سے متعدد ضخیم کُتب نکل کر عُلماء و عوام سے دادِ تحسین وصول کرچکی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب "شمائل ترمذی" مع اُردو ترجمہ و شرح آپ کے درسی افادات پر مشتمل تازہ ترین تالیف ہے۔

۱۹۹۴ء میں حضرت صُوفی صاحب نے دورۂ حدیث کے طلباء کو "شمائل ترمذی" پڑھاتے وقت جو تقریر فرمائی تھی اسے ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر لیا گیا تھا۔ اِسی تقریر کو کیسٹوں سے نقل کر کے الحاج لعل دین صاحب نے کتابی شکل دی ہے جو شمائل ترمذی کی ایک خوب صُورت اور مفید شرح بن گئی ہے۔ ہمارے پیشِ نظر اس شرح کی جلد اوّل ہے جس کا مقدمہ اور حواشی حضرت صوفی صاحب کے خَلَف الرشید حاجی فیاض صاحب زید مجدہٗ نے رقم فرمائے ہیں، کتاب کے شروع میں اُصول حدیث اور چند کتبِ حدیث و شروح حدیث کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے جو خود حضرت صُوفی صاحب کے قلم سے

ہے، "شمائل ترمذی" کی یہ شرح دیگر شروح سے بوجوہ فائق ہے اس سے علماء طلباء اور عوام یکساں فائدہ اُٹھا سکتے ہیں، کاغذ و طباعت نہایت عمدہ ہیں۔ خوب صورت ڈائی دار جلد ہے اور قیمت مناسب ہے۔

نام کتاب: تذکرۂ محبوب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف : مولانا عبدالکریم ندیم

صفحات: ۱۴۴

ناشر : انجمن خدام الاسلام باغبانپورہ لاہور

قیمت : ۴۵

زیر نظر کتاب "تذکرۂ محبوب کبریاء" ملک کے نامور خطیب مولانا عبدالکریم ندیم کی تالیف ہے، اس میں آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں سے متعلق متعدد خطبات رقم فرمائے ہیں جن سے خطباء و مقررین اور طلباء و واعظین خاطر خواہ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ کاغذ خوبصورت اور کتابت عمدہ ہے سرِورق مسجد نبوی (علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) کے خوب صورت عکس سے مزین ہے۔

نام کتاب: نایاب موتی

مرتب : مولانا اَنیس الرحمٰن اطہر قادری

صفحات: ۱۷۶

ناشر : انجمن خدام الاسلام ۲۸۵ جی ٹی روڈ باغبانپورہ لاہور۔

قیمت : مجلد-/۶۶

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۱/ ۱۹۶۲ء) کی شخصیت محتاج تعارف نہیں چالیس برس تک اہلِ لاہور آپ کے انفاسِ قدسیہ سے فیض یاب ہوتے رہے ہیں۔

آپ نے لاہور میں اُس زمانہ میں درسِ قرآن شروع کیا تھا جبکہ یہاں آپ کا کوئی شناسا نہ تھا پھر ایک وہ وقت آیا کہ ملک و بیرون ملک سے آنے والے ہزاروں تشنگانِ علم آپ سے سیراب ہونے لگے۔

حضرت لاہوری رحمہ اللہ شیرانوالہ گیٹ لاہور میں مسجد لائن سبحان خان میں خطبۂ جمعہ دیا کرتے تھے جس میں آپ کا معمول تھا کہ آپ جمعہ کی تقریر پہلے سے لکھ لیا کرتے تھے اور اسی کو سامنے رکھ کر بیان فرماتے تھے۔ آپ کی تقریر سادہ ہوا کرتی تھی، لیکن اثر انگیزی کا یہ حال تھا کہ ہزاروں افراد اس تقریر کی بدولت راہِ راست پر آجاتے تھے اور گناہوں سے توبہ کرکے خدا رسیدہ بن جاتے تھے، زیرِ نظر کتاب "نایاب موتی" میں حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے چند نایاب خطباتِ جمعہ شائع کیے گئے ہیں۔ حضرت کے خطبات جمعہ سے متعلق اور بھی بہت سی کتابیں چھپ چکی ہیں اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے اپنے قلم سے لکھے ہوئے خطبات جمعہ کا عکس طبع کیا گیا ہے جو اس کتاب کے علاوہ کسی کتاب میں نہیں ملتا۔ اس لحاظ سے یہ کتاب اسم بامسمیٰ ہے، خوب صورت کتابت وطباعت اور لیمینیشن جلد کے ساتھ کتاب مارکیٹ میں دستیاب ہے۔ قارئین اس سے ضرور استفادہ فرمائیں۔

نام کتاب : شانِ فقہ

تالیف : مولانا محمد زید

صفحات : ۳۶

ناشر : حافظ محمد صالح، حافظ محمد عالم متعلم جامعہ ربانیہ اڈہ پھلور ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

قیمت : ۱۵/-

زیرِ نظر رسالہ "شانِ فقہ" حکیم الاسلام حضرت قاری طیب صاحب رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز مولانا محمد زید صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم ربانیہ کا تالیف کردہ ہے اس رسالہ میں مولانا نے چودہ آیات کریمہ اور ۲۷ احادیث مبارکہ ذکر کی ہیں جن میں کسی نہ کسی عنوان سے فقہ کا ذکر ہے جس سے فقہ کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ آئندہ اشاعت میں اگر آیاتِ کریمہ کی طرح احادیث مبارکہ پر بھی اعراب لگا دیے جائیں تو اچھا ہے۔ دوسرے اس اشاعت میں ٹائیٹل کی جگہ پرنٹ لائن کا صفحہ لگ گیا ہے اسے یہاں سے ہٹا کر اس جگہ ٹائیٹل لگایا جائے۔ (ن - د)

اخبار الجامعہ

محمد عابد، متعلم جامعہ مدنیہ

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ یکم اکتوبر ۱۹۹۷ء بروز بدھ جامعہ کی مجلسِ شوریٰ کے رُکن جناب سلیم صاحب کراچی سے تشریف لائے اور جامعہ میں قیام فرمایا۔

۲ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۸ھ ۵ اکتوبر ۱۹۹۷ء بروز اتوار جناب سیّد حامد علی شاہ صاحب خلیفۂ مجاز حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فیروزہ سے تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب اور نائب مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔

۷ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۸ھ بروز جمعہ اجمیر شریف (انڈیا) سے سیّد صولت حسین دیوان شاہ صاحب سجادہ نشین درگاہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ پاکستان تشریف لائے اور جامعہ میں قیام فرمایا۔ ۲۴ جمادی الاخریٰ بروز پیر آپ واپس اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ اس دوران آپ نے پاکستان کے دیگر شہروں کا بھی دَورہ کیا اور جامعہ کے اساتذہ سے ملاقات کی اور جامعہ کی ترقّی اور حضرت اقدس بانیٔ جامعہ کے لیے رفع درجات کی دُعا فرمائی۔

۹ جمادی الاخریٰ کو سیّد خورشید عبّاس صاحب گردیزی ملتان سے تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب و نائب مہتمم صاحب سے مُلاقات کی۔ آپ نے جامعہ میں اساتذہ کے لیے زیرِ تعمیر فلیٹس کا معائنہ کیا اور خوشی و مسرّت کا اظہار فرمایا۔

۱۲ جمادی الاخریٰ کو جناب آفتاب صاحب کراچی سے تشریف لائے اور ایک روز جامعہ میں قیام فرمایا

۲۴ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۸ھ ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۷ء بروز پیر جامعہ میں ختم بخاری شریف کی تقریب منعقد ہُوئی جس میں شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالحمید صاحب دامت برکاتہم (فاضلِ دیوبند) نے کتاب ختم کرا کر دُعا فرمائی اس رُوح پرور تقریب میں جامعہ کے اساتذہ اور طلبہ نے شرکت کی۔

رابطۂ ادب اسلامی عالمیہ فرع پاکستان کے زیرِ اہتمام دو روزہ بین الاقوامی سیمینار ۲۱، ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۸ھ کو منعقد ہُوا جس میں مفکّرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم نے شرکت فرمائی، آپ سے حضرت مہتمم صاحب اور نائب مہتمم صاحب نے ملاقات کی۔